١١١٢٦

من تصانيف رابطة التأليف والترجمة الهند ٢

الحياة والموت

في

فلسفة اقبال

يعني

اقبال كا فلسفۂ حيات وموت

ترجمه إلى العربية

محمد حسن الأعظمي

من علماء الازهر بمصر
وسكرتير رابطة التأليف والترجمة بالهند
وسكرتير جماعة الأخوة الاسلامية بمصر

والصاوي علي شعلان

من علماء الازهر بمصر
ومدرس بإصلاحية الأحداث بالقاهرة
ووكيل لجنة المحاضرات بالجماعة

الطبعة الأولى ١٣٦٥هـ - ١٩٤٥م

الناشر

بزم اقبال حيدر آباد دكن

الهند

الثمن: ٢٥ قرش مصري

فہرست

الإهداء

إلى شباب العالم الإسلامي

أعضاء الأخوة الإسلامية بمصر وفروعها في الأقطار الشقيقة

من المؤلف

محمد حسن الأعظمي

من علماء الأزهر، مصر

اِنتساب

نوجوانانِ عالمِ اِسلام
اراکینِ انجمن اخوتِ اسلامیہ کے نام

از مؤلف
محمد حسن الاعظمی
(ازہر یونیورسٹی مصر)

پیش لفظ

از

نواب حسن یار جنگ بہادر

امیر پائگاہ

و

صدر مرکزی بزمِ اقبال

حیدر آباد دکن

پیش لفظ

پروفیسر حسن الاعظمی صاحب نے علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کے فلسفۂ موت وحیات پر عربی میں جو یہ تصنیف کی ہے اُس کے مقدمہ میں میرے دوست سر عبد القادر صاحب نے اس تصنیف اور اس کے مقاصد کا اچھی طرح تعارف کرایا ہے، جس کے بعد اس کی افادیت پر زیادہ روشنی ڈالنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ عربی میں بھی شیخ محمد رزق مصری مرحوم نے اس کتاب کا مقدمہ تحریر کر دیا ہے۔ میں اس مختصر پیش لفظ میں صرف اِس امر کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ علامۂ اقبال کے کلام وپیام کی نشر واشاعت میں حیدر آباد (دکن) کس قدر دلچسپی لے رہا ہے اور یہاں اس سلسلہ میں کس قدر اہم کام ہو رہا ہے۔ علامۂ اقبال کا "فلسفۂ حیات وموت" جو اُن کے "فلسفۂ خودی" کے بعد اُن کے فلسفہ کی جان ہے، بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ علامہ کے اس بلند فلسفۂ اسلامی پر سب سے پہلے ہماری ہی مملکت کے ایک سپوت ڈاکٹر رضی الدین صدیقی پروفیسر جامعۂ عثمانیہ نے نہایت بسیط مضامین لکھے، جو طول وعرضِ ہندوستان میں بیحد مقبول ہوئے۔ پروفیسر حسن الاعظمی صاحب کی یہ تصنیف انہی مضامین سے ماخوذ ہے۔ علامۂ اقبال کا ہر پیام اس قابل ہے کہ اس کو دنیا کے ہر گوشہ میں اور ہر مسلمان کے کان تک پہنچایا جائے، تاکہ دنیا یہ سمجھ سکے کہ وہ کس غلط

ترجمة كلمة

صاحب السّعادة النواب حسن يار جنگ بہادر رئیس جمعیة اقبال

قد ألّف هذا الكتاب الأستاذ محمد حسن الأعظمی (من علماء الازهر) فی فلسفة الحیاة والموت عند فقید الهند اقبال وقد بیّن فی مقدمته الأردیة الصدیقی السید الشیخ عبد القادر مقاصد تألیفه وعدّ فوائده ولم یترك مجالا لنزید فی ذالك شیئا. وقد كتب مقدمته العربیة الشیخ المغفور له محمّد رزق المصری ولا أری الحاجة الی اعادة الأشیاء بل بودّی أن أظهر فی كلمتی القصیرة هذه أن حاضرة الدكن حیدرآباد تخدم كثیرا فی نشر فلسفة اقبال ورسالته النافعة وهی أسبق بلاد الهند فی هذا العمل الجلیل. فلسفة الحیاة والموت عند اقبال روح فلسفه بعد فلسفة الذاتیة وهی مهمّة جدًّا، وانی مسرور وفرحٌ أن أحد أبناء بلادنا وهو الدكتور رضی الدین الصدیقی (الأستاذ بالجامعة العثمانیة) أول من اشتهر فی نشر مقالات جامعة عن هذه الفلسفة الاسلامیة العالیة التی أحبها الهنود حبا جمّا - وتألیف الأستاذ الأعظمی هذا خلاصة هذه المقالات وزبدتها ورسالات اقبال كلها تستحق أن تشاع وتنشر فی جمیع الدنیا وسائر أطرافها وتبلّغ الی آذان جمیع مسلمی العالم لیعرف أهل الدنیا أسباب ضلالهم ویفهم منهم المسلمون وجوه سقوطهم

راستہ پر چل رہی ہے، اور مسلمان یہ جان جائیں کہ وہ اپنی صراط المستقیم سے بھٹک کر کس راہ پر نکل پڑے ہیں۔ ہندوستان دایران میں علّامہ کے کلام کو جو مقبولیت حاصل ہوئی ہے، وہ علامہ کے سچّے اور پرخلوص جذبات کا ثبوت ہے، اور خصوصًا ہندوستان کے مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگا کر اُن میں سیاسی و مذہبی شعور پیدا کرنے کے لئے علّامہ کے کلام نے جو کام کیا ہے وہ شاید کسی لیڈر سے قرنوں میں نہ ہوتا۔ ان حقائق کے مدّنظر اس کی ضرورت ہے کہ علامہ کا پیام و کلام عربی دنیا میں بھی پہنچ جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں پروفیسر حسن الاعظمی صاحب نے علّامہ کے فلسفۂ حیات وموت پر یہ کتاب تصنیف کرکے ایک نہایت اہم اسلامی خدمت انجام دی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس کتاب میں اُردو میں بھی اس فلسفہ کو پیش کیا گیا ہے، تاکہ بیک وقت اُردو داں حضرات بھی اس سے فائدہ حاصل کرسکیں۔

پروفیسر حسن الاعظمی غالبًا پہلے ہندوستانی ہیں جن کو ایک مصری یونیورسٹی میں پروفیسری کا عہدہ دیا گیا۔ اور آپ ہی کی کوشش سے زبان اُردو کو مصری یونیورسٹی میں بطور ایک علمی زبان کے داخل کیا گیا۔ جس پر شاہ مصر کا ایک طویل فرمان شائع ہوچکا ہے (دیکھو صفحہ ۲۱) آپ کی ایک تصنیف کو مصر کی ہزار سالہ جوبلی کے لئے حکومتِ مصر نے بھی شائع کیا ہے۔ آپ کا ارادہ فلسفۂ اقبال پر اور بھی کتابیں تصنیف کرنے کا ہے، جو نہایت قابل مبارکباد ہے۔ آپ کی اس تصنیف کو مملکتِ حیدرآباد کی مرکزی بزم اقبال کی

العظيم، وفشلهم النهائى قد انتشرت فلسفة اقبال ورسالته فى جميع أنحاء الهند وايران وذلك لخلوص قلبه وصدق نيته وحب دينه - والذى عمل شعر اقبال فى ايقاظ المسلمين عن غفلتهم القاتلة واشعارهم الشعور الدينى والسياسى ما استطاعه زعيم من الزعماء فى قرون، ونظراً إلى هذه الحقائق نودّ أن نبلغ شعره ورسالته الى الناطقين بالضاد خصوصاً ولذلك ألّف الأستاذ الأعظمى هذا الكتاب، وبوضع هذا الكتاب النافع قدّم خدمة اسلامية جليلة لا تنكر وكذلك لعموم النفع - قدّم هذه الفلسفة بالاردية على اليسار ليستفيد منه سكان الهند ايضاً.

الأستاذ الأعظمى أول هندى أنتدب مدرساً فى جامعة مصرية وأدخلت اللغة الأردية كلغة علمية حية فى الجامعة المصرية من مساعيه الجميلة وأعلن لذلك المشروع الملكى الطويل (أنظر ص ٢١٧) قد قامت المملكة المصرية بطبع مؤلفه " شرح ديوان الأمير تميم الفاطمى" بمناسبة العيد الألفى للقاهرة والأزهر، وينوى الأستاذ بوضع التآليف المختلفة عن فلسفة اقبال وذلك يستحق كل التهنئة والثناء.

کی جانب سے شائع کیا جارہا ہے۔ اور یہ پہلی کتاب ہے جو ہماری بزم کی
جانب سے طبع ہوکر شائع کی جارہی ہے۔ مملکت حیدرآباد کی مرکزی
بزمِ اقبال علامہ اقبال کے کلام و پیام کی اشاعت کے سلسلہ میں آج
تقریبًا پانچ سال سے نہایت اہم کام انجام دے رہی ہے۔ اس بزم کا ایک
اہم مقصد یہ ہے کہ دنیا کے ہر اہم مقام پر اور خصوصًا اسلامی ممالک کے ہر
بڑے شہر میں بزم ہائے اقبال کا قیام عمل میں لایا جائے۔ چنانچہ اس کام کی
انجام دہی کے لئے ایران، افغانستان، عراق وغیرہ میں کام شروع کردیا گیا ہے
اور مصر میں، اس کام کی تکمیل کا بیڑا پروفیسر حسن الاعظمی نے اٹھایا ہے۔
ہم لندن۔ نیویارک۔ ڈربن (جنوبی افریقہ) میں بھی بزمیں قائم کرنے کا کام نہایت
کامیابی سے کررہے ہیں۔ اور جنگ کے بادلوں کے پوری طرح چھٹ جانے
کے بعد یورپ کے دیگر دارالسلطنتوں، آسٹریلیا۔ چین اور جاپان میں بھی
اس کام کی تکمیل کی طرف توجہ کی جائے گی۔

خدا سے میری دعا ہے کہ وہ اِس شاعرِ مشرق کے پیام کو دنیا
کے ہر گوشہ اور ہر مسلمان کے کان تک پہنچا دے۔ تاکہ ہم اس مفکرِ اعظم کے
اعلیٰ خیالات سے مستفید ہوکر اپنی کھوئی ہوئی منزل کو جلد سے
جلد پاسکیں۔

اِس کتاب کے آخر میں علامہ ڈاکٹر عبدالوہاب عزّام مصری نوجوان لیڈر

قامت "جمعية اقبال" بحيدرآباد بنشر هذا الكتاب وهو من أول المطبوعات التى نشرت من هذه الجمعية إلى اليوم. قد شكلت هذه الجمعية ومركزها الرئيسى بحاضرة الدكن منذ خمسة أعوام لنشر رسالة العلامة اقبال وتعميم فلسفتها وقد قدمت فى هذه المدة القصيرة خدمات جليلة - ومن مقاصدها الهامة وأغراضها الخاصة انشاء فروع لها فى جميع الأمكنة المركزية للعالم ولا سيما فى كل البلاد الاسلامية الشهيرة - وابتدأ العمل فى هذا الخصوص بايران وافغانستان والعراق وغيرها، ووعد الأستاذ الأعظمى بتشكيل فرعها الخاص بمصر فى مستقبل قريب.

نسعى الآن سعيا مستمرا بانشاء فروعها فى لندن ونيويارك و الافريقية الجنوبية وبودنا أن نتقدم ايضا بعد زوال خطرات الحرب وآثارها الى حاضرات الأوروبا الباقية واستراليا والصين واليابان لننشئ فى هذه المدن العظيمة فروع الجمعية.

وأدعو الله أن يعمم رسالة أكبر شعراء الشرق هذه ويوصلها الى جميع أذان المسلمين وفى كل أنحاء العالم لنجد منزلنا المفقود فى أسرع مدة بالاستفادة من أفكار هذا المفكر الأعظم الخالد.

وقد أضيف أخيرا الى هذا الكتاب كثير الفوائد مقالات

(پرنسپل کلیۃ اللغۃ العربیۃ، جامعہ ازہر)، اور شیخ الصادی علی شعلان مصری (من علماء الازہر) کے بعض اہم مضامین اور قصائد بھی شامل کئے گئے ہیں، جن کے مطالعہ سے علامہ اقبال کی عظمت اور اُن کے اعلےٰ تخیلات کی اہمیت کا اندازہ ہوسکے گا

آخر میں میری دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ اس کتاب کو مقبول عام بنائے اور علامہ اقبال کے تخیلات سے مسلمانوں کو مستفید فرمائے۔ آمین۔

(نواب) حسن یار جنگ
صدر مرکزی بزم اقبال
حیدر آباد دکن۔ ہند

بیگم پیٹھ
۲۶۔ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ
یکم۔ جنوری ۱۹۴۶ء

زعيم الشباب الدكتور العلام عبد الوهاب عزّام عميد كليّة اللغة العربية وقصائد الشيخ الصاوى على شعلان بلبل الأخوة الصداع ونستطيع أن نفهم عظمة اقبال وأهمية أفكاره العالية بمطالعة هذه القصائد والمقالات

وأدعو الله أخيرا أن يعمّم هذا الكتاب ليستفيد بتوسطه من تعاليم العلامة اقبال المسلمون قاطبة - آمين

حسن يارجنك

رئيس جمعية اقبال المركزية
حيدرآباد الدكن
الهند

فى ٢٦ محرم الحرام سنة ١٣٦٥ هـ
الموافق أول يناير سنة ١٩٤٦ م

تعارف

از

سر شیخ عبدالقادر بالقابہ

چیف جسٹس بہاولپور پنجاب

و

سابق مدیر رسالہ 'مخزن'

تعارف

پروفیسر محمد حسن اعظمی صاحب (عالم ازہر یونیورسٹی قاہرہ) ہمارے ملک کے اُن چیدہ اصحاب میں سے ہیں جن کی شہرت وطن کی حدود سے بڑھکر دور دراز بیرونی ملکوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ آپ اعظم گڑھ (یو۔پی) کے رہنے والے ہیں، ہندوستان میں علوم مشرقی کی تحصیل کے بعد شوقِ علم انھیں کشاں کشاں مصر کو لے گیا، وہاں وہ جامعۂ ازہر میں مدارجِ علمی طے کرتے ہوئے قاہرہ کی مشہور مصری یونیورسٹی کے پروفیسر ہوگئے، اور انھوں نے زبانِ عربی میں یہاں تک دسترس حاصل کی، کہ اُن کی تحریریں وہاں کے اخباروں اور ادبی رسالوں میں مقبول ہونے لگیں، اس کے بعد انھوں نے بہت سی کتابیں عربی میں تصنیف کیں جو نگاہِ پسندیدگی سے دیکھی گئیں، اُن کتابوں میں "شرحِ دیوان الامیر تمیم الفاطمی" سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اِس کتاب کو حکومتِ مصر نے قاہرہ کی ہزار سالہ جوبلی کے جشن کے لئے شایع کیا ہے۔

بعض کتابوں کے ذریعے آپ نے اہلِ مصر کو ہندوستان کے تاریخی اور دیگر حالات سے آگاہ کیا۔ پھر مصر کے حالات پر آپ نے اُردو میں کتابیں لکھیں

تاکہ دونوں ملکوں کو ایک دوسرے سے دلچسپی ہو اور یہ دلچسپی اَدبی اور تجارتی تعلقات کی ترقی کا زینہ بنے۔

لغتِ عربی کے متعلق بھی آپ چند کتابیں لکھ رہے ہیں جن میں المُعجم الأعظم یا عربی اُردو لغات چار جلدوں میں ہوگی، اور دوسری اُردو عربی لغات، اس کی بھی چار جلدیں ہوں گی۔

ایک کتاب فلسفۂ اقبال پر عربی میں لکھی ہے، جس کے ذریعے سے اُنھوں نے مصر کے ذی علم طبقہ کو اقبال سے روشناس کیا۔

ہندوستانی مدارس میں عربی کو ہر دلعزیز کرنے کے لیۓ القرآۃ الاعظمیۃ، المُکالمۃ الاعظمیّۃ اور مدارس العربیّۃ کے نام سے متعدد کتابیں شائع کی جا چکی ہیں۔ یہ کتابیں کلیّۃ اللغۃ العربیۃ کے نصاب میں داخل کر لی گئی ہیں۔

اِن علمی خدمات کے علاوہ ایک بڑا کام جو اعظمی صاحب نے انجام دیا ہے، وہ یہ ہے کہ اُنھوں نے مصر اور دیگر اسلامی ممالک کے علماء اور ادیبوں کے تعاون سے ایک عالمگیر جماعت مصر میں قائم کی ہے جس کا نام الأخوّۃ الاسلامیّۃ ہے۔ اس جماعت کے سابق صدر مرحوم علامہ طنطاوی جوہری مفسّرِ قرآن، اور موجودہ رئیس جناب ڈاکٹر عبدالوہاب عزّام ایک مصری فاضل ہیں، جو مصری یونیورسٹی میں علومِ مشرقیہ کے

صدر شعبہ ہیں۔ اور اس عالمگیر جماعت کے جنرل سکریٹری اعظمی صاحب ہیں۔ اِس جماعت کے اکثر اراکین ہمارے ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم کے کلام کے مداح ہیں۔

اس جماعت کے صدر دفتر قبۃ الغوری قاہرہ میں ہر ہفتہ علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کے فلسفہ و خیالات کی تشریح و توضیح پر مصری ادبا و علماء لکچر دیتے ہیں۔ ان مجالس میں قابل رشک دلچسپی لینے والے ایک مصری ادیب الشیخ الصاوی شعلان ہیں۔ وہ عربی نظم خوب لکھتے ہیں۔ اُنھوں نے اقبال کے بہت سے اشعار کو عربی نظم کا جامہ پہنایا ہے۔ اقبال ہندی نژاد ہوتے ہوئے اور فارسی و اُردو میں شعر کہنے کے باوجود عربی زبان، اور عربی تہذیب و تمدن کا دلدادہ تھا، جیسا اُس کے مصرع سے ظاہر ہوتا ہے

ع عجمی خم ہے تو کیا، مے تو حجازی ہے مری

وہ اگر آج زندہ ہوتا تو یہ دیکھکر کہ اس کا کلام عربی زبان کی وساطت سے عربوں میں پھیل رہا ہے بہت خوش ہوتا۔

اعظمی صاحب اپنی یونیورسٹی سے رخصت لیکر لیبیا کی جنگ سے کچھ عرصہ پہلے اس غرض سے ہندوستان میں آئے تھے کہ اپنی سوسائٹی کی شاخیں ہندوستان میں قائم کریں۔ اور اہل ہند سے دوستی پیدا کرنے کا جو شوق اُنھوں نے مصریوں میں

میں پیدا کیا ہے۔ اس کا جواب ادھر سے بھی شروع ہو، تاکہ یہ رابطہ دونوں ملکوں کو نفع بخشے مگر اتفاق یہ ہوا کہ اُن کے آنے کے بعد جلد ہی جنگ کی شدت زیادہ ہوگئی اور بحری راستے بڑی حد تک مسدود ہوگئے۔ اس طرح اُنھیں دیر تک یہاں ٹھہرنا پڑا ممکن ہے کہ انھیں اپنے وطن کے فرائض کی زیادہ کشش ہو، لیکن اُن کا یہاں رہنا اُن مقاصد کے لئے جو اعظمی صاحب کے پیشِ نظر ہیں مفید ثابت ہو رہا ہے۔

اُنھوں نے حال میں ایک کتاب لکھی ہے، جو ہے تو چھوٹی سی، مگر نہایت قدر کے قابل ہے۔ اس میں تھوڑی سی جگہ میں اقبال مرحوم کا "فلسفۂ حیات و موت" وضاحت سے اور بہت مؤثر پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی یہ عجیب صفت ہے کہ یہ اُردو میں بھی ہے اور عربی میں بھی، نظم میں بھی ہے اور نثر میں بھی۔ اس کی بنیاد تو ایک تقریر ہے جو ڈاکٹر رضی الدین صدیقی صاحب نے "یوم اقبال" حیدرآباد کے موقعہ پر اُردو میں کی۔ ڈاکٹر صدیقی صاحب آج کل عثمانیہ یونیورسٹی کے پروفیسر ریاضی ہیں۔ اُن کی یہ تقریر اعظمی صاحب کو پسند آئی، اُنھوں نے چاہا کہ عرب ممالک کے مسلمان بھی اقبال کے فلسفۂ حیات و موت سے مستفید ہوں۔ اُنھوں نے اس تقریر کو عربی نثر میں ادا کیا، اور شیخ الصاوی شعلان صاحب مصری کی مدد سے اقبال کے اُن اشعار کا جو صدیقی صاحب کے مضمون میں پیش کئے گئے

تھے، عربی نظم میں ترجمہ کرادیا۔ اس عربی حصہ نظم و نثر کی داد تو اہل زبان دے سکیں گے، مگر اس کی سلاست کی بابت اتنا کہا جا سکتا ہے کہ ہم کم علموں کو بھی عربی حصّے کا مطلب سمجھنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوئی۔

ایک اور چیز جو اس ترجمہ کو دیکھکر نظر آئی وہ یہ ہے کہ کئی جگہ اُردو میں جو مطلب ہمارے اقبال نے ایک شعر میں ادا کیا ہے، اُس کو پوری طرح ادا کرنے میں عربی کے ناظم کو دو شعر لکھنے پڑے ہیں۔ یہ تو میرا ہمیشہ سے عقیدہ تھا کہ اُردو میں دقیق مطالب کو عمدگی سے ادا کرنے کی صلاحیت ہے، اور وہ قدیم اور زیادہ ترقی یافتہ زبانوں کی خوبیاں پیدا کر رہی ہے۔ مگر یہ نہیں معلوم تھا کہ بعض اوقات اختصار کے لحاظ سے اُردو اُن سے بازی لے جا سکتی ہے، بشرطیکہ لکھنے والا ایسا باکمال ہو جیسے اقبال تھا۔

شیخ الصاوی شعلان کے اشعار کے متعلق یہ اعتراف واجب ہے کہ وہ اُردو اور فارسی اشعار کے مطالب کو صحیح طور پر ادا کرنے میں اچھی طرح کامیاب ہوئے ہیں۔

کلامِ اقبال کے کئی حصّے انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور اطالوی زبانوں میں ترجمہ ہو چکے ہیں، لیکن دنیائے اسلام کے اہم ترین حصص عربی بولنے والی قوموں سے

پرہیں، اس لئے اُن تک اقبال کے پیغامِ حیات کا پہنچنا بہت اُمید افزا ہے۔
اقبال کے ترانۂ ملّی کا منظوم عربی ترجمہ بھی اس کتاب میں درج کیا گیا ہے،
یہ ترجمہ نہایت دلکش ہے۔ اس کا مُلکی ترانہ اور ملّی ترانہ دونوں اپنی جگہ لاجواب ہیں۔
مُلکی ترانہ لکھنے کا خیال میں نے اُن کے سامنے پیش کیا تھا، اور اُن سے یہ کہا تھا
کہ جیسے انگریزوں کا نیشنل گیت ہر موقع پر گایا جاتا ہے اور فوجی باجے کے ساتھ
بجایا جاتا ہے، ایسی کوئی نظم ہمارے ہندوستان کے لئے ہونی چاہیئے، وہ سُنتے ہی
سوچنے لگ گئے، اور اُن کی زبان سے یہ مصرعہ نکلا:-

"سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا"

میں نے کہا بہت خوب ہے، اب اس نظم کو مکمل کر دیجئے۔ ایک دو دن بعد وہ نظم
مکمل ہو گئی، اور اس قدر مقبول ہوئی کہ کوئی نیشنل مجمع ایسا نہ تھا جس میں وہ گائی
نہ گئی ہو۔ اس کی قبولیت کو دیکھکر بعض اور دوستوں کو یہ خیال آیا کہ اقبال سے کہیں
کہ جیسا گیت ہندوستان کے لئے لکھا ہے، ویسا ہی دنیائے اسلام کے لئے لکھا
جائے۔ اقبال کے لئے یہ تجویز اور بھی دلپذیر ثابت ہوئی، اور ترانۂ ملّی نظم ہو گیا،
جس کا مطلع ہے:-

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
مُسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا

معلوم نہیں اِن دو مصرعوں میں کتنی تاثیر ہے کہ یہ شعر اب بیرونی ملکوں میں جہاں کہیں مسلمان ہیں مقبول ہوگیا ہے۔

دیکھیئے یہ شعر عربی لباس میں کیسا سجا ہے :۔

الصِّینُ لَنَا وَالعُرْبُ لَنَا　　وَالهِندُ لَنَا وَالکُلُّ لَنَا

أضحَی الإسلامُ لَنَا دِیْنًا　　وَجَمِیْعُ الْکَوْنِ لَنَا وَطَنَا

عربی کے اُستاد نے بحر بھی خوب چُنی ہے، جو نوجی باجے کے ساتھ بہت بھلی معلوم ہوگی، اعظمی صاحب بتاتے ہیں کہ مصر اور عراق کے بعض مدارس میں لڑکے جھوم جھوم کر یہ ترانہ پڑھتے ہیں، اور یہ عالمگیر جماعت الاخوۃ الاسلامیہ قاہرہ کا خاص ترانہ مقرر کیا گیا ہے جو تقریبًا تمام دنیائے اسلام میں منتشر ہو چکا ہے۔

اِن چار مصرعوں میں جو میں نے عربی ترجمے سے نقل کئے ہیں۔ میرے اس قول کی تصدیق بھی ہوتی ہے، کہ اُردو کے دو مصرعوں کا مطلب چار مصرعوں میں سمایا ہے لیکن ازرہِ انصاف ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا چاہیئے کہ چھوٹی بحر کی وجہ سے دو مصرعوں سے کام نہیں نکلتا تھا۔ اور ساتھ ہی اِس آزاد ترجمہ میں ایک دو خوبیاں اُردو سے بڑھکر پیدا ہوگئی ہیں۔ مثلاً "وَالکُلُّ لَنَا" نے اس مصرعے کے مضمون کو بلند تر کر دیا ہے۔ اور "أضحَی الإسلامُ لَنَا دِیْنًا" میں بھی ایک شان ہے جو اُردو

میں اس قدر خوبصورتی سے نہیں ادا ہوئی تھی۔ گو ہندوستان کے شاعر نے "مسلم ہیں ہم" کہتے ہوئے بہت کچھ کہہ دیا تھا۔

کتاب کے اخیر میں فاضل مترجموں نے "الاخوۃ الاسلامیہ" کی طرف سے اسلامی برادری پر ایک عربی نظم لکھی ہے جو روحِ اخوت سے مملو ہے۔ اگر اُردو نظم میں اس کا ترجمہ ساتھ ہوتا تو بہت موزوں ہوتا۔

یہ کتاب اپنی طرز کی ایک نرالی چیز ہے، اور اُمید قوی ہے کہ یہ ہندوستان اور مصر دونوں ملکوں میں مقبول ہوگی۔ بلکہ جہاں کہیں عربی بولی یا سمجھی جاتی ہے وہاں اقبال کے پیام کا یہ حصہ اس کے ذریعہ پھیل جائے گا، کہ مسلمان کا خاصہ ہے کہ موت سے نہ ڈرے اور موت کو زندگی کی ایک آئندہ منزل کا راستہ سمجھے، اور اس کا عمل یہ ہو کہ موت زیست اور زیادہ پائدار زیست کا ذریعہ ہے۔ اقبال نے اپنی جوانی کے اُردو کلام میں یہی بلند خیال ایک سہل ممتنع مصرعے میں یوں ادا کیا تھا ع۔

"جسے مرنا نہیں آتا، اُسے جینا نہیں آتا"

عبدالقادر

مقدّمة

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله حمداً كثيراً مباركاً فيه كما يحب ربّنا ويرضىٰ، والصّلوٰة والسّلام على سيّدنا محمّد القائل فيه ربّه ولسوف يعطيك ربّك فترضىٰ، وعلى اٰله وصحبه وتابعيه الى يوم الدين ۔

وبعد فقد ألقى حضرة العلامة الدكتور رضى الدين الصّديقى الاستاذ بالجامعة العثمانية بحيدر اباد دكن محاضرة باللغة الأردية عن فلسفة الحياة والموت فى نظر المغفور المرحوم الدكتور محمد اقبال الشاعر الاشهر وما وصلت هذه المحاضرة إلى حضرة الاستاذ الشيخ محمد حسن الاعظمى الذى كان اذذاك مدرّسا بالجامعة المصريّة بالقاهرة حتى قام بترجمتها إلى اللغة العربيّة باسلوب رائع فأعجب بها الازهريون والمصريون المثقفون و نشرت فى كبريات الجرائد اليوميّة والمجلات الاسبوعية ۔

والاستاذ الشيخ محمد حسن الاعظمى شديد الذكاء قوى
الارادة جرئ قوى الايمان شديد الثقة بنفسه كاتب خطيب
من اكبر دعاة الجامعة الاسلامية الحقة ولما ذهب إلى مصر
وانخرط فى سلك الطلبة بالجامع الازهر الشريف ورأى بفراسته
أن تربة مصر هى لتربة التى يرجوها لتحقيق دعوة الوحدة الاسلامية
أخذ يبث دعوته بين الطلبة والعلماء فأجابوه وتعرف بالعظماء
والوزراء فأحبوه وأجلوه، فلما استوثق من النجاح دعا وهو ذلك
الطالب لهندى) إلى تاليف جمعية باسم الاخوة الاسلامية فتألفت
برياسة الاستاذ الجليل الدكتور عبد الوهاب بك عزام الاستاذ
بالجامعة المصرية ورئيس لقسم الشرقى فيها وسرعان ما انضم اليها
فطاحل العلماء والوزراء كالمرحوم الاستاذ الشيخ طنطاوى جوهرى
وفضيلة الشيخ صاحب لمعالى مصطفى باشا عبد الرازق وكان هذا
وزير الأوقاف فمنح الجمعية مكانا له عظمته فى وسط القاهرة
فعظمت الجمعية وانتخب أعضاؤها الاستاذ الاعظمى سكرتيرا
عاما فاذا ذهبت الى مقر الجمعية ترى جمعية الاقوام الاسلامية

التي تضم المصري والهندي والصيني والجاوي والتركي وغيرهم من سائر الاقطار الاسلامية وكلهم كأسرة واحدة - الامر الذي كان يسعى الى تحقيقه السيّد جمال الدين الافغاني ولم يتحقق الا على يد هذا الازهر الهندي الشيخ الاعظمي - ثم ماذا؟ طمح الشيخ الاعظمي إلى شئ له قيمته فسعى سعيا حثيثا بمساعدة من عرفهم من العلماء والادباء حتى جعل للغة الاردية من اللغات التي تدرس بالجامعة المصرية التي عيّنته أستاذًا لهذه اللغة وادابها - ولهذا ازداد اتصاله باساتذة الجامعة مثل الاستاذ الدكتور طٰه حسين بك والاستاذ عبدالحميد عبادي والاستاذ احمد امين والاستاذ الدكتور حسن ابراهيم وغيرهم كثير من الذين عرفوا نبوغه فاحبّوه وأجلوه - وقد اخذ عنه اللغة الأردية الاستاذ الدكتور عبدالوهاب عزام والاستاذ الصاوي شعلان الذي حوّل الاشعار الارديّة في "الحياة والموت" الى اللغة العربية -

نال الاستاذ الاعظمي شهادة العالمية من الجامعة الازهريّة بتفوق غبطه اهل اللسان العربي عليه، وله مؤلفات شتّى بعضها موضوع وبعضها

مترجم منها ما تم طبعه ومنها ما هو تحت الطبع كما أن بعضها بالعربية والاردية وبعضها بالعربية مثل شرح ديوان الامير تميم الفاطمى وبحث فى الشيعة ومحاضرات عن مصر والقراءة الاعظمية والمكالمة الاعظمية وجامع القواعد ومدرس العربية ومبادئ اللغة العربية والرسائل الاعظمية والمعجم الاعظم وفتى الهند وغيرها۔

ولا يتكلم الا باللغة العربية الفصيحة التى تطاوعه الفاظها و تأتى اليه طائعة معانيها۔ يؤتى الحكمة من يشاء ومن يؤت الحكمة فقد أوتى خيرا كثيرا۔ هذا ويحسن بنا قبل أن نختم هذه العجالة أن ننوه بما تضمنته فلسفة الحياة والموت لاسيما اثناء هذه الحرب الطاحنة من أن ذلك سيفيد المسلمين عموما وشبانهم خصوصا وقد شعر بهذا طلاب الازهر من الاقطار الاسلامية فترجموا الى لغاتهم المختلفة ونشروها فى جميع أنحاء العالم الاسلامى وهذا ولا شك سيكون سببا فى توثيق عرى الوئام بين المسلمين جميعا۔ ولعل هذا الكتاب هو الاول فى بابه من أنه جاء للمسلمين كافة وخلد

ذكر منشئه وهو الدكتور المرحوم محمد اقبال، ونرجو أن ينسج كثير من اخواننا المسلمين خصوصا المصريين على منواله حتى يتم الاخاءُ بين الجميع ويصبح المسلمون مع بُعد الشقة كأُسرة واحدة اذا تألم عضو منها تألم لأجله بقية الأعضاء. نسألُ الله أن يجزى السبب فى بثّ هذا المبدأ السّامى بيننا وهو فضيلة الأُستاذ الشيخ محمد حسن الأعظمى، سدد الله خطاه وأبلغه ما يتمناه انه قريب مجيب.

محمد رزق المصرى

من علماء الأزهر

تصدير الكتاب

بقلم الدكتور عبد الوهاب عزام رئيس جماعة الاخوة الاسلامية مصر

محاضرةٌ ألقاها فی حفلةٍ لتأبين "إقبال" فی الهند باللغة الأردية الدكتور رضی الدين الصديقی (الحائز جائزة نوبل ورئيس قسم العلوم الطبيعة بالجامعة العثمانية بحيدرآباد دكن) وترجمها الی العربية الأستاذ محمد حسن الأعظمی الهندی، ونظم أبياتها الشيخ الصاوی شعلان.

ويری فيها القارئُ أمثلةً بيّنةً عن اراء "إقبال" فی الحياة والموت، والجهاد والاستكانة، وصوراً من فلسفته التی جعل محورها "الذاتية" وحشد لتوضيحها كثيراً من بدائع الفكر والشعر، وعِبَر التاريخ والحياة؛ ولعلها فاتحة لامتاع قراء العربية بقطع رائعة من فلسفة إقبال" وشعره، ولاريب أنّ القوّة

والأمل فى هٰذا الشعر يلائمان أحوالنا التى تقتضى كلّ إنسان ما فى فطرته من ايمان وعزمٍ وجهاد وصبر والذى قرأ شعرَ "إقبال" بالأرديّة والفارسيّة وعانَى ترجمة الشعر نظما يعجب كل الاعجاب بمقدرة المترجمين، ويشهد أنهما أصابا التوفيقَ فى هٰذا العمل الجليل.

وسَتَنْشُرُ جماعة الأُخُوّة الاسلاميّة بمصر (المُؤَلّفة من جميع الأَقطار الاسلاميّة) عما قليل كتابًا يتضمن كثيرًا من فلسفة الاقبال وشعره. يشترِكُ فى تأليفه جماعةٌ من الأدباء المُعْجَبِيْن بهٰذا الفيلسوف الشاعر الاسلامى الخالد

عبد الوهّاب عزّام
(الأُستاذ بالجامعة المصرية - القاهرة)
رئيس كلية اللغة العربية (الازهر) و
رئيس مركز جماعة الدعوة الاسلاميّة بقية الخوري القاهرة

"اقبال نے اگرچہ شمع مسلمانوں کے دروازہ پر رکھ دی ہے، لیکن دوسرے لوگ بھی اِس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔"

(ایک ہندو لیڈر)

اقبال کو نہ گورنمنٹ نے سمجھا نہ قوم نے، کیونکہ اگر گورنمنٹ سمجھتی تو بغاوت کے الزام میں اُسے جزیرۂ انڈیمان بھیج دیتی۔ اور اگر قوم سمجھتی، تو بغاوت کردیتی۔

سید حبیب
مدیر سیاست

الكتابُ الأوّل

في

فلسفة الحياة والموت

فلسفة الحياة والموت

كَانَ شَبَحُ المَوْتِ المُخِيْف الرَّهِيْب يَبْدُ وْ أَمَامَ النَّاسِ جَسِيْمًا عَظِيْمًا ، وبقدرما كانت جَسَامَتُهُ وخَطَرُه كَانَ يَبْدُ وفِي عينِ" إقبال "ضَئِيْلاً مُتلاشِيًا لعلّه كان يَرىٰ أنّ العَقَبَةَ الكَؤُوْدَ فِي طريق رُقِّي المُسْلِمين هِي مخافةُ المَوْت وَوَجَدَ أن خوف الموت معناه أمرٌ واحد، وهُوَ ترجيحُ حَيَاة الذِلّة والعُبُوْدِيّة علىٰ مَوْت الشرف والكرامة فحاوَل أن يَنْتَزِع هٰذا المَرَض النفسيَّ من صدورأهل الاسلام مُبيِّنًا أنّ خَوف الموت والايمان لايجتمعان في قلب واحد، وأنّ الذين تَسَنَّمُوْا غارب العِزّة والشرف هم الّذِيْن حملوا رُؤُسَهُم على أكفّهم فِي ميدان الكفاح

فلسفۂ حیات و موت

اقبال علیہ الرحمہ نے اپنی بیمار قوم کی حالت پر نظر ڈال کر معلوم کرلیا کہ جو کہنہ امراض قوم کو اندر ہی اندر کھائے جا رہے ہیں اُن میں ایک خطرناک مرض موت کا وہ ڈر ہے جو ہر کس و ناکس کے دل و دماغ پر چھایا ہوا ہے۔ یہ "خوفِ مرگ" وہ بلا ہے، کہ اگر یہ کسی قوم کو لگ جائے تو وہ قوم غیرت اور آزادی کی موت پر بے عزتی اور غلامی کی زندگی کو ترجیح دیتی ہے۔ اور پھر وہ پستی اور ذلت کے سب سے بڑے گڑھے میں گر جاتی ہے، جہاں اُس کو اغیار کی ٹھوکروں کے سوا کچھ نصیب نہیں ہوتا۔ اقبال نے اس خوف و ہراس کے خلاف مسلسل جہاد کیا ہے، اور بارہا یہ نکتہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اگر ہم بحیثیت ایک قوم کے زندہ رہنا چاہتے ہیں، تو ہمیں موت

لا تنخلعُ قلوبُهم فرَقًا ولا ترتعشُ عزائمهم جُبنًا۔ وإنّما يُقبِلون على الموت إقبالهم على العُرس، مؤمنين بالفوز في الدّنيا والسّعادة بلقاءِ الله۔ "قل هل تربّصون بنا إلّا إحدى الحُسنيين" فإمّا النّصرُ وإما موتٌ فيه الفخر"

ثمّ يذكّرنا بأسلافنا الماضين الّذين ملكوا الممالك وأذلّوا الدّول، ووطئت خيولهم القلاع والحصون وما اشتروا هذا المجدَ إلا بدمائهم، فهو في قصيدته "الشكوى" يذكّرنا بهذه الحقيقة في جلاء حيث يقول:

فوقَ الصّوامِعِ والكنائِسِ صوتُنا
قدْ كانَ يعلُو بالأذانِ جِهارا
تترنَّمُ الصَّحراءُ في إفريقيا

سے ذرّہ برابر بھی نہیں ڈرنا چاہیئے۔ انفرادی اور اجتماعی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہم دیکھیں گے، کہ وہی شخص یا وہی گروہ کچھ نمایاں کام کرگیا ہے جس کا دل موت کے خوف سے بالکل مبّرا تھا۔ ظاہر ہے کہ کسی انسان کی جسمانی زندگی پر سب سے بڑی مصیبت جو وارد ہوسکتی ہے وہ موت ہے، اور اگر کوئی شخص اسی کو خاطر میں نہ لاتا ہو تو پھر اسکی زندگی کی گہرائیوں اور بلندیوں کی انتہا نہیں۔

اقبال ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ ہمارے اسلاف نے مشرق و مغرب پر اپنا سکّہ بٹھا دیا، اور انسانی تہذیب و تمدن کے ہر شعبہ میں حیرت انگیز ترقیاں کیں، تو اسکی بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ خوف کے احساس سے پاک تھے اور اپنی مہمّوں میں سر کو ہتھیلی پر لئے پھرتے تھے۔ چنانچہ "شکوہ" میں فرماتے ہیں :-

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں!
خشکیوں میں کبھی لڑتے، کبھی دریاؤں میں
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں

بِصَلاتِنَا وَتُسَابِقُ الأَطْيَارَا
كُنَّا نُقَدِّمُ لِلسُّيُوفِ صُدُورَنَا
لَمْ نَخْشَ يَوْمًا غَاشِمًا جَبَّارَا
وَكَأَنَّ ظِلَّ السَّيْفِ ظِلُّ حَدِيقَةٍ
خَضْرَاءَ تُنْبِتُ حَوْلَنَا الأَزْهَارَا

ثُمَّ يَقُولُ:

لَوْ قَرَّتِ الآسَادُ فِي آكَامِهَا — لَمْ يَلْقَ غَيْرَ ثَبَاتِنَا المَيْدَانُ
وَكَأَنَّ نِيرَانَ المَدَافِعِ فِي صُدُو — رِ المُؤْمِنِينَ الرَّوْحُ وَالرَّيْحَانُ

وَيَصِفُ ذٰلِكَ المُسْلِمَ الَّذِي يَنْطَلِقُ كَالسَّهْمِ النَّافِذِ إِلَى العَدُوِّ بَعْدَ أَنْ يُكَبِّرَ تَكْبِيرَةَ الجِهَادِ فِي المَيْدَانِ، يَقُولُ:

ذٰلِكَ المُؤْمِنُ المُجَاهِدُ يَغْشَى — غَمْرَةَ الحَرْبِ وَالرَّدَى يَخْشَاهُ
تَحْتَ ظِلِّ السُّيُوفِ مَاضٍ قَوِيٌّ — دِرْعُهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ

کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی
ٹل نہ سکتے تھے، اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اُکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہُوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے؟ ہم توپ سے لڑ جاتے تھے

ایک مرد مسلمان کا یہ حال تھا کہ میدان کارزار میں نعرۂ تکبیر لگا کر مقابلہ کے لئے کود پڑتا تھا:-

مرد سپاہی ہے وہ اُس کی زرہ لا الٰہ
سایۂ شمشیر میں اُس کی پنہ لا الٰہ

یا اب یہ حال ہے کہ موت کے اندیشہ سے ہمارا دل کانپتا رہتا ہے

وَيَتَبَيَّنُ لنا بعد ذٰلك أنّ الحالة قد تغيّرت ، وأن سُنَّة الأقوام قد تبدّلت، واستحكم الجُبْنُ فى قُلُوب الكثيرين من المسلمين، وأصبحت وجوههم تَصفرُّ اصفرار الشمس عند الأصيل إذا ذُكر الموتُ أو الحربُ۔ ثُمّ يُخاطب الذين يمنعون الجهاد، ويبيّن لهم أنّ واعظكم أصبح فى المساجد غيرَ نافعٍ للأمّة ولا مُغنٍ عنها فى حياتها الحاضرة شيئًا:

لم يَبقَ فى يدِ مسلمٍ درعٌ ولا
سيفٌ يَصولُ به ليومِ جهادِ
ولو أنّه وجد السُّيوفَ فهل له
ذوقُ الخلودِ وحُبُّ الإستشهادِ
من كان يجزع من منيّةِ كافرٍ
هل يستطيبُ مصارعَ الأمجادِ

اور ہمارا جسم ہلدی کی طرح زرد ہو جاتا ہے۔ اس خوف سے ہم اس قدر مغلوب ہو گئے ہیں کہ اگر زمانہ کے انقلاب نے ہمارے افراد کو شاہی کی بجائے خاکبازی پر مجبور کر دیا ہے تو ہمارے مرشدانِ خود بیں قوم کو اپنی بے بسی کی طرف توجہ دلانے کے بجائے فتویٰ دے رہے ہیں کہ یہ زمانہ ہی ایسا ہے کہ اس میں اب تلوار کی ضرورت نہیں رہی۔ جناب شیخ سے اقبال عرض کرتے ہیں کہ مسجد میں اب آپ کا یہ وعظ غیر ضروری ہے، کیونکہ

"تیغ و تفنگ دستِ مسلماں میں ہے کہاں"
ہو بھی تو دل ہیں موت کی لذت سے بے خبر
کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل
کہتا ہے کون اُسے کہ مسلماں کی موت مر

(اور اسی مضمون کو اکبر الہ آبادی مصوّر قومیات اس طرح ادا کر گئے ہیں:
گوشۂ مسجد میں کارِ شیخ اب بنتا نہیں — پیٹ کو تسکین پاتا ہے مگر تنتا نہیں)

إذا كان المرءُ مُخلِصًا للهِ حَقَّ الإخلاص، وإذا كان واثِقًا بأنّ الموتَ ليس إلا العقبةَ الأُولى الّتي يجتازها المرءُ إلى الحظيرةِ الأبدِيّة والمُتعَة بلقاءِ الله - أقولُ إذا كانَ الإيمانُ هكذا فلا محَلَّ لخوفِ الموت - أمّا أولئك المضطرّون الخائفون فهم شاكّون في لِقاءِ الله وفي الخُلُود، ثم هم يعبدون المال ويُؤثِرون الحَياة الدّنيا ويظنّون أن هذه الحياة المادّيّة هي المرحلةُ الأخيرةُ للسعادة، لذلك يخشون أن يموتوا فيحُرموا

وإقبالُ يحكُمُ على هؤلاءِ بأنّهم فُقَرَاءُ وأن نارَهُم لا تُساوي التراب وهم على كل حال سَيَمُوتُون طوعًا أو كرهًا:-

المُؤمِنُ الحقُّ كانَ اللهُ غايتَهُ ... واللهُ كانَ لديْهِ السّمعَ والبصَرَا

والآنَ أضحى إلهُ المالِ كعبتَهُ ... وخوفُهُ الموتَ أفناهُ وما شعَرَا

اقبال متعدد موقعوں پر مختلف پیرایوں میں یہ نکتہ سمجھاتے ہیں، کہ موت کا ڈر صرف اُن ہی لوگوں کو ہوسکتا ہے جو اُس کو فنائے کامل سمجھتے ہیں اور آخرت پر یقین نہیں رکھتے، لیکن جو لوگ موت کو آئندہ زندگی کا پیش خیمہ سمجھتے ہیں اُنھیں مرنے کی کچھ پروا ہ نہیں ہوتی۔ دنیائے اسلام کا سب سے بڑا فتنہ یہی ہے کہ جن کی حیات اور موت خدا کے لئے ہونی چاہیئے تھی وہ یا تو مال وزر کی محبّت میں گرفتار ہیں یا موت کے خوف سے پریشان۔

آں کہ بُود اللہ اُو را ساز و برگ

فتنۂ او حُبِّ مال و ترس مرگ

سِيَّانِ فِي الشِّرْكِ هٰذَا عَابِدٌ ذَهَبًا

يَسْعَى إِلَى جَمْعِهِ أَوْ عَابِدٌ حَجَرَا

يَا مُؤْمِنًا بِلِقَاءِ اللهِ مَالَكَ فِي

ذُعْرٍ مِنَ الْمَوْتِ قَدْ أَشْبَهْتَ مَنْ كَفَرَا

قَدْ عَادَ قَلْبُكَ مَيْتًا بَيْنَ أَضْلُعِهِ

كَأَنَّهُ فِي حَنَايَا الصَّدْرِ قَدْ قُبِرَا

مَنْ كَانَ يَحْسَبُ أَنَّ الْمَوْتَ هَاوِيَةٌ

وَأَنَّهُ عَدَمٌ يَسْتَأْصِلُ الْبَشَرَا

فَنَارُ امَالِهِ يَنْحَطُّ عُنْصُرُهَا

إِلَى التُّرَابِ وَيَلْقَى الْمَوْتَ مُحْتَقَرَا

لَمَّا كَانَ سُمُّ الْمَوْتِ سَارِيًا فِي كُلِّ الدِّمَاءِ الْبَشَرِيَّةِ

ہمچو کافر از اجل ترسندۂ

سینہ اش فارغ ز قلبِ زندۂ

مرگ را چوں کافراں داند ہلاک

آتشِ او کم بہا مانندِ خاک

غرض اقبالؒ کو جب یقین ہو جاتا ہے کہ موت کے خوف کا

فَقَد حَاوَلَ "اِقبَالٌ" أَن يُوجِدَ من السُّم نفسِهِ ترياقًا، وَكيفَ استَطَاعَ أَن يَصلَ بِمَهارَةٍ إلى استخلاص هٰذا الدواءِ الغريب؛ إنّه عَمَدَ إلى تذكيرنا بأنّ الموت أمرٌ محتومٌ وأنّ لِكُلِّ إنسان أَجلًا محدودًا، وإذا كانت هذه النهايةُ قضاءً نافذًا في الخلائق، فالخوفُ منها لايجدى فتيلًا؛ ومُحاوَلةُ الفرارِ مع كونها جُبنًا وإِخطاطًا في الوجدان مُخالِفَةٌ لِحُكمِ العقل وصَوابِ التفكير أَيضًا. فالعَاقِلُ لايُفكِّرُ في النجاة من القضاءِ المُبرَمِ، كما لايُفكِّرُ في أن ينفُذَ من أقطار السماوات والأرض، وَهو في هذه الحالة الى الجنون أقربُ وبالمجانين أشبه. ولهذا عَرَضَ لنا عِدَّةَ صُوَرٍ تُمَثِّلُ فناءَ هٰذا الكون، وهي صُوَرٌ من حوادث الطَبِيعَة تُحمَلُ إلينا فنَّا بديعًا في مَنظَرِهَا الرَّهِيبِ المُخِيفِ، وتُذكِّرُنَا عند مُطالعتها بعوالم السّماوات والأرض جميعًا في

یہ زہر ہمارے خون میں سرایت کر چکا ہے - تو
اُس کے اثر کو زائل کرنے کے لئے وہ مختلف تریاق
استعمال کرتے اور ہر طرح ثابت کرنے کی کوشش
کرتے ہیں کہ موت سے ہمیں کوئی ڈر نہ ہونا چاہیئے.
اِس ضمن میں وہ سب سے پہلے موت کے عالمگیر اور
اٹل ہونے کی طرف ہماری توجہ مبذول کرتے ہیں،
اور بتاتے ہیں کہ جب موت سے کسی طرح مفر نہیں
تو پھر اُس سے ڈرنا بے سُود ہی نہیں بلکہ خلاف
عقل بھی ہے - جو چیز آج نہیں تو کل آنے والی ہو
اُس سے بھاگ کر کہاں جائیں -

طريقها الى الانتقال أو الزوال، تُعالج فينا خوف الموت تنبّهنا من غفلتنا وترفع عن أعيُننا أغشيةَ الغرور والركون الى زهرة الدّنيا وفِتنَتِهَا.

تَحتَ نُورِ الأفلاكِ عَيشٌ جَمِيلٌ

وَأَرَى النُّورَ يَنطَفِي وَيَحُولُ

وَعَلَى كَاهِلِ المَسَاءِ تَرَى لِلشَّم

سِ نَعشًا بَكَى عَلَيهِ الأَصِيلُ

فِي سَنَا البَدرِ لِلكَوَاكِبِ أَكفَا

نٌ تَوَارَى بِهَا الشُّعَاعُ النَّحِيلُ

بَينَمَا هٰذِهِ الجِبَالُ حُصُونٌ

وَإِذَا صَخرُهَا كَثِيبٌ مَهِيلُ

وَتُقِيمُ الأَموَاجُ فِي البَحرِ أَبرَا

جًا وَمِن أَوجِهَا الرَّفِيعِ تَزُولُ

ہر جاندار کے لئے موت کا ایک دن مقرر ہے، اور کائنات کی ہر شے کبھی نہ کبھی فنا ہو گی۔

تہِ گردوں مقامِ دلپذیر است
ولیکن مہر و ماہش زود میر است
بدوشِ شام نعش آفتابے
کواکب را کفن از ماہتابے

پرد کہسار چوں ریگِ روانے
دگرگوں می شود دریا بہ آنے

وَرِيَاحُ الخَرِيفِ تَكْمُنُ لِلزَّهْـ

رِ وَفِي ثَغْرِهِ ابْتِسَامٌ بَلِيلُ

ثُمَّ تَأْتِيهِ سَاعَةً يَذْهَبُ الزَّهْـ

رُ هَشِيمًا وَقَدْ طَوَاهُ الذُّبُولُ

لَيْسَ زَادُ المُسَافِرِينَ سِوَى الخَوْ

فِ مِنَ المَوْتِ وَالحَيَاةُ رَحِيلُ

رُبَّ لَحْنٍ فَاقَ البَلَابِلَ سِحْرًا

فِي ضَمِيرِ الأَوْتَارِ مَاتَ جَنِينَا

شَرَرُ النَّارِ قَبْلَ أَنْ يَبْلُغَ المَهْدَ

تَوَارَى تَحْتَ الرَّمَادِ دَفِينَا

گُلاں را در کمیں بادِ خزان است
متاعِ کارواں از بیمِ جان است

نوا نشنیده در چنگے بمیرد
شرر ناجسته در سنگے بمیرد

قَطَرَاتُ النَّدَى عَلَى الوَرْدِ تَجْرِي
لُؤْلُؤًا سَائِلًا عَلَى مَرْجَانِ
لَمْ تَكَدْ تُسْعِدُ النَّوَاظِرَ حَتَّى
بَدَّدَ الرِّيحُ شَمْلَهَا فِي ثَوَانِ

إِنَّ كَأْسَ الرَّدَى تَطُوفُ عَلَى الدُّنْـ
ـيَا وَتَسْقِي أَبْنَاءَ هَا أَجْمَعِينَا
وَبِلَا مَوْعِدٍ وَدُونَ انْتِظَارٍ
تَبْغَتُ الأَوَّلِينَ وَالآخِرِينَا
عَالَمُ الكَوْنِ كُلُّهُ عَالَمُ المَحْـ
ـوِ الَّذِي فِيهِ مَصْرَعُ العَالَمِينَا

زشبنم لاله را گوهر نماند
دمے ماند دمے دیگر نماند

فنارا بادهٔ ہر جام کردند
چہ بے دردانہ اوراعام کردند
تماشا گاہِ مرگِ ناگہاں را
جہانِ ماہ و انجم نام کردند

وَقَدْ حَاوَلَ أَنْ يُبدِّدَ من النفوس إستسلامها إلى الدُّنيا وإخلادها إلى نعيمها الزّائل، ودعانا إلى الحذر منها والاحتياط فيها، فقدّم هذا التشبيه الرّائع في هذه الأبيات

مَثَلُ الحَيَاةِ كطَائِرٍ مُتَرَنِّمٍ
غَنّىٰ فَأَرقَصَ حَوْلَهُ الأَزْهَارَا
مَاكَانَ أَعْذَبَ لَحْنَهُ لَكِنَّهُ
كَالحُلْمِ حَلَّقَ فِي الفَضَاءِ وَطَارَا

لَا يَعْلَمُ الإِنْسَانُ كَيفَ أَتَىٰ إِلَىٰ
دُنْيَا المَتَاعِبِ أَوْ مَتَىٰ يَتَرَحَّلُ

موت کے ہمہ گیر اور دنیا کے دو روزہ ہونے کے لئے ذیل کے اشعار میں نفیس تشبیہیں دی ہیں:-

زندگی اِنساں کی ہے مانندِ مرغِ خوشنوا
شاخ پر بیٹھا کوئی دم چہچہایا اُڑ گیا

آہ! کیا آئے ریاضِ دہر میں ہم کیا گئے
زندگی کی شاخ سے پھوٹے کِھلے مُرجھا گئے

مَا نَحْنُ فِي الأَكْوَانِ إِلَّا دَوْحَةٌ
أَوْرَاقُهَا عَمَّا قَلِيلٍ تَذْبُلُ
يَا أَيُّهَا الحِرْصُ ابْلُكِ فِي الدُّنْيَا دَمًا
دُنْيَاكَ لَيْسَ بِهَا لِحَيٍّ مَنْزِلُ

إِنَّ الحَيَاةَ شَرَارَةٌ لَمْ تَبْتَسِمْ
إِلَّا لِتَجْعَلَنَا لَهَا أَحْطَابَا
فِي عُرْسِ دُنْيَانَا مَآتِمُ لِلرَّدَى
تَطْوِي شُيُوخًا فِي البِلَا وَشَبَابَا

وَالمَرْءُ لَمْ يَبْرَحْ أَسِيرًا حَائِرًا
مَا بَيْنَ سِرِّ الأَمْسِ أَوْ لُغْزِ الغَدِ

اے ہوس! خوں روکہ ہے یہ زندگی بے اعتبار
یہ شرارے کا تبسّم، یہ خسِ آتش سوار
(جیسا کہ حضرت ذوق نے فرمایا ہے:۔
کیا اعتبارِ ہستیِ ناپائدار کا   چشمک ہے برق کی کہ تبسّم شرار کا)
آہ! یہ دنیا، یہ ماتم خانۂ برنا و پیر
آدمی ہے بس طلسمِ دوش فردا میں اسیر

إنَّ الحياةَ علىَ الأنامِ بخيلةٌ
بدَواسِها والعيشُ غيرُ مُخلَّدِ
ألموتُ فيها هيِّنٌ كنسيمِها
والعيشُ أصعبُ من منالِ الفرقَدِ

اللهُ تعالى هوَ المتفرِّدُ بالبقاءِ، وجميعُ العالمِ لابُدَّ أنْ يفنىَ، وتفسيرُ حلمِ الموتِ جرى في حياةِ الملوكِ والصَّعاليكِ والعظماءِ والسُّوقةِ. أمَّا خلودُ الإنسانِ فهوَ من تقديرِ اللهِ في الأزلِ إلّا أنَّ هذا الهيكلَ الترابيَّ الناقصَ لابدَّ أنْ يمرَّ عليهِ الموتُ، ولابُدَّ أنْ يمرَّ الإنسانُ من هذا العالمِ المملوءِ بالحوادثِ التي لم تتركْ صحراءَ ولا مدينةً، ولمْ

کتنی مشکل زندگی ہے کس قدر آسان ہے موت
گلشنِ ہستی میں مانندِ نسیم ارزاں ہے موت

جب یہ معلوم ہو گیا کہ غنیم موت کی یورش کبھی ٹل نہیں سکتی، اور موت ہر شاہ و گدا کے خواب کی تعبیر ہے تو پھر اس کا ڈر ہی کیا اور اس سے بھاگ کر کہاں جائیں

اِس حقیقت پر پہونچ جانے کے بعد اقبال اَب اس راز کا انکشاف کرنا چاہتے ہیں کہ خدا نے اِس کائنات کو فانی بنایا ہی کیوں، اور انسان کو اس رنج و غم میں مبتلا ہونے پر مجبور کیوں کیا؟

يَنجُ مِنهُ برٌّ ولا بحرٌ، وفي ذلك يَقُولُ:-

الرَّعدُ والبُرُوقُ وَالزَّلازِلُ
والقحطُ والآلامُ وَالنَّوازِلُ
بَنَاتُ دُنيانا الَّتِي لاتَلِدُ
إلّا خَوبًا جمرُها متقِّدُ
فِي الكُوخِ وَالقَصْرِ وفِي الصَّحرَاءِ
والمُدنِ المَنيعَةِ الشَّمَّاءِ
وَفي رِياضِ البُلبُلِ الرَّنَّانِ
وَفِي تِلالِ البُومِ وَالغِربَانِ
يَقتحِمُ المَوتُ بِجَيشِ القَدَرِ
حُصُونَ فَغفُورٍ وَبَطشَ القَيصَرِ

باری تعالیٰ خود غیر فانی ہے، پھر اُس کی قدرت سے کیا بعید تھا کہ وہ اس دُنیا کو اور اس کے ساتھ انسان کو بھی غیر فانی بناتا؟ اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ یہ دنیا اور آدمِ خاکی ابھی ناتمام ہیں، یہ پختہ اُسی وقت ہوتے ہیں جب موت کی آگ میں سے ہو کر نکلتے ہیں. موت کا سوہان ہمارے اس ناتمام پیکرِ خاکی کو ہموار کرتا ہے:-

زلزلے ہیں، بجلیاں ہیں، قحط ہیں، آلام ہیں
کیسی کیسی دخترانِ مادرِ ایّام ہیں!
کلبۂ افلاس میں، دولت کے کاشانے میں موت
دشت و در میں، شہر میں، گلشن میں ویرانے میں موت
موت ہے ہنگامہ آرا قلزمِ خاموش میں
ڈوب جاتے ہیں سفینے موج کی آغوش میں

إِذَا رَأَيْتَ الْمَوْجَ فِي الْبَحْرِ سَكَنْ
فَالْمَوْتُ كَامِنٌ لِإِغْرَاقِ السُّفُنْ
لَا نَغَمُ الْعُودِ وَلَا شَكْوَى الْحَزِيْنْ
وَلَا ابْتِسَامُ الْبِشْرِ أَوْ دَمْعُ الْأَنِيْنِ
وَلَا امْتِشَاقُ السَّيْفِ بَيْنَ الدَّارِعِيْنْ
وَلَا صَدَى التَّكْبِيْرِ بَيْنَ الْهَاتِفِيْنْ
يُعِيْدُ نَبْضَ الْقَلْبِ فِي الصَّدْرِ الْخَرَابْ
أَوْ يُرْجِعُ النَّفْسَ إِذَا حَانَ الذَّهَابْ

تُعَدُّ هٰذِهِ الصُّوَرُ الشِّعْرِيَّةُ التَّالِيَةُ فَخْرًا لِكُلِّ لُغَةٍ، وَنَغَمًا شَجِيًّا لِكُلِّ لِسَانٍ، فَهُوَ يُوَضِّحُ لَنَا أَنَّ الْآلَامَ لَابُدَّ مِنْهَا لِتَمْحِيصِ الْإِنْسَانِيَّةِ، وَعَلَى نِيْرَانِهَا تَنْضَجُ الْأَرْوَاحُ

رعبِ فغفوری ہو دنیا میں کہ شانِ قیصری
ٹل نہیں سکتی غنیمِ موت کی یورش کبھی
شورشِ بزمِ طرب کیا، عود کی تقریر کیا
دردمندانِ جہاں کا نالۂ شبگیر کیا
عرصۂ پیکار میں ہنگامۂ شمشیر کیا
خون کو گرمانے والا نعرۂ تکبیر کیا
اب کوئی آواز سوتوں کو جگا سکتی نہیں
سینۂ ویراں میں جانِ رفتہ آ سکتی نہیں

رنج و غم اِنسانی فطرت کی تکمیل کے لئے ضروری ہیں، کوئی نقش اُس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک اُس کے رنگ میں خونِ جگر کی آمیزش نہ ہو، وہ بلبل ہی کیا جس نے کبھی خزاں نہ دیکھی ہو

القَوِيَّة، وَلا يُمكِنُ الوُصُولُ إلى الأفرَاح
إلاّ بَعدَ الأحزان، وَلا تُنقَشُ الحِكمَةُ عَلى
القَلبِ إلا بحروفٍ من دَمِه، والبُلبُلُ
الّذِي لم يَعرِف قسوة الخَرِيف لا يُحسِن
استقبال الرَّبِيع، والآلام هي الطَّرِيقُ إلىَ
النُّورِ وَالدَّرَجاتِ العَالِيَة فِي معراج العظمة،
والّذِي لم يعرف أَنِينَ المَسَاء، والعَاشِق
الّذِي حُرِم فِي هواه من حسرة جَواه، و
قاطف الزهر الّذي حافظ على يده سَلِيمَةً
مِنَ الشَّوك، والّذِي قضَى طُول عُمُره فِي
الرَّفاهِيّة والتَّرف، لم يَكدَح فِي تحصِيل
عِلم، ولم يَكِدّ فِي اقتناء فَنٍّ وإحياء عَبقَرِيَّة

وہ نغمہ ہی کیا جس میں نالہ کی چاشنی نہیں۔ غم کے داغوں سے ہمارے سینے منور ہوتے ہیں اور آہوں کی صیقل سے ہمارے دلوں کا زنگ دُور ہوتا ہے۔

جو گلچیں کانٹوں کی خلش سے بالکل ناواقف ہوں اور جن عاشقوں نے کبھی ہجر کی کُلفت نہ سہی ہو وہ زندگی کی لذت سے محروم ہیں اور زندگی کا راز اُن کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔

غم کے اس نکتہ کو اقبال نے جن شعروں میں بیان کیا ہے، وہ فلسفیانہ معنویت اور ادبی لطافت کے لحاظ سے بہترین شمار کئے جا سکتے ہیں۔

یہ وہ شعر ہیں جو ہر زبان کے لئے مایۂ ناز ہیں:-

اولئك جَميعًا مَحْرومُون إلى الأبد من الإحاطة بكنوز أسرار الحياة واستخلاص الذهب من مَناجمه العميقة.

يُقَدِّم لك هذه الأمثَال الجَميلَة في هٰذه القصيدة

إن كَانَتِ الحيَاةُ خَمرًا صَافيًا
يَغمُرُنَا مِنْ رَأسِنَا إلى القَدَمْ
فَفِي الدُّمُوع للحيَاة جَدْوَلٌ
تَصْفُو بِهِ النَّفْسُ وَتَنبُتُ الهِمَمْ
إنَّ حُبَابَ خَمْرَةِ الآمَالِ لَا
يَرْقُصُ إلَّا فَوقَ أمْوَاجِ الألَمْ
وَاللهُ فِي حِكْمَتِهِ عَلَّمَنَا
أنَّ انْشِرَاحَ الصَّدْرِ قَبْلَهُ ألَمْ"

گو سراپا کیف و عشرت ہے شرابِ زندگی
اشک بھی رکھتا ہے دامن میں سحابِ زندگی

موجِ غم پر رقص کرتا ہے حبابِ زندگی
ہے "اَلَم" کا سورہ بھی جزوِ کتابِ زندگی

(اِس شعر میں ایک طرف "الم" تو غم کو تعبیر کرتا ہے
اور دوسری طرف قرآن شریف کے سورۂ
"ال م" کی طرف اشارہ کرتا ہے)

عَوَاصِفُ الخَرِيفِ فِي لَيْلِ السُّهَادِ
عَلَّمَتِ البُلْبُلَ تَرْجِيعَ النَّغَمْ
دَمُ الأَمَانِي فِيهِ لِلشِّعْرِ مِدَادُ
وَفِي خطوبِ الدَّهْرِ أَسْفَارُ الحِكَمْ

نَشِيدُ هذا الكونِ يَبْدُو نَاقِصًا
حتى يُتِمَّ الدَّمْعُ أَلحَانَ النَّشِيدْ
مَا أَيْقَظَ الشَّبَابَ مِنْ سُكْرِ الهَوَى
إِلَّا الأَسَى يُنَبِّهُ العَقْلَ الشَّرِيدْ

يَا رُبَّ شَاكٍ صَاغَ فِي آلامِهِ
جَوَاهِرَ الأَلحَانِ مِنْ بَحْرِ الأَنِينْ
قَدْ كَانَ مِثْلَ العُودِ فِي أَحْلَامِهِ
فَأَيْقَظَتْهُ ضَرَبَاتُ العَازِفِينْ

آرزو کے خون سے رنگیں ہے دل کی داستاں
نغمۂ انسانیت کامل نہیں غیر از فغاں

حادثاتِ غم سے ہے انساں کی فطرت کو کمال
غازہ ہے آئینۂ دل کے لئے گردِ ملال

غم جوانی کو جگا دیتا ہے لطفِ خواب سے
ساز یہ بیدار ہوتا ہے اِسی مضراب سے

آلامُنا إلى العُلا أجنحةٌ
نعلُو بها فوقَ مطاراتِ النُّسُورْ
الرُّوحُ سِرٌّ والحياةُ ظُلمةٌ
وشُعلةُ الآلامِ للأرواحِ نُورْ
في خفقانِ القلبِ لحنٌ صامتٌ
لمْ تحكِهِ على غُصُونِها الطُّيُورْ

إنَّ الَّذي لمْ يدرِ آناتِ المساءْ ولمْ تُسامِرْ عينُهُ نجمَ السَّماءْ
ولمْ يُحطِّمْ جامَ قلبِهِ الأسى ولمْ يُنرْ ظلامَ ليلِهِ البُكاءْ
والسَّادِرُ اللاَّعبُ طولَ عُمْرِهِ لمْ يستمِعْ إلاَّ إلى عذبِ الغِناءْ
والعاشقُ المحرومُ في غرامِهِ مِنْ لوعةِ الذِّكرى وحسرةِ الجفاءْ.

طائرِ دل کے لئے غم شہپرِ پرواز ہے
راز ہے اِنساں کا دل، غم انکشافِ راز ہے

غم نہیں، غم روح کا اِک نغمۂ خاموش ہے
جو سرودِ بربطِ ہستی سے ہم آغوش ہے

شام جس کی آشنائے نالۂ "یارب" نہیں
جلوہ پیرا جس کی شب میں اشک کے کوکب نہیں
جس کا جامِ دل شکستِ غم سے ہے ناآشنا
جو سَدا مستِ شرابِ عیش و عشرت ہی رہا

وَمُجتنِى الزّهرِ الَّذِى لَمْ تَخْتَضِبْ ... يَدَاهُ فِى الشَّوْكِ بِحُمْرَةِ الدِّمَاءُ

جَمِيعُ هٰؤُلاَءِ مَهْمَا سَعِدُوْا ... مِن نِعَمِ الدّنيا بِأَمْنٍ وَرَخاءْ

فَإِنَّ أَسْرَارَ الحَيَاةِ تَخْتَفِىْ ... عَنْهُمْ وَهُمْ عَنهَا دَوَامًا فِى اخْتِفَاءْ

وإِنّه ليَمْلِكُكَ العَجَبُ إِذا رأَيتَ الشعراءَ جميعًا فى ناحية و"إقبالاً" وحده فى ناحية أخرى، فهم يتغنّوْنَ بالوصال وَيَذُمُّوْنَ الفراقَ، ويتبرّمون بالأسفار ويحمدون الاقامة الهانئة، بَيْنَما هو يُحِبُّ الرّحلة والتّجوال ويطرب لدمدمة الرّعود وأزيز الأمواج فيقول:

الوَصْلُ فِى الحُبِّ غَالٍ ... وَقِيمَةُ الهجرِ أَغلى

الوَصْلُ حُلوٌ وَلٰكِن ... عَواقِبُ الهجرِ أَحلى

فِى القُربِ مَوْتُ الأَمانِى ... وَالعَيْشُ فِيهِ فَنَاءْ

والبُعْدُ فِيهِ حَيَاةٌ ... يُذْكِى ضِيَاهَا الرّجَاءْ

ہاتھ جس گلچیں کا ہے محفوظ نوکِ خار سے
عشق جس کا بے خبر ہے ہجر کے آزار سے
کلفتِ غم گرچہ اس کے روز و شب سے دور ہے
زندگی کا راز اس کی آنکھ سے مستور ہے

پس جس طرح شبنم کی رفعت مذاق رم سے ہے اسی طرح انسان کی فطرت کی بلندی نوائے غم سے ہے۔

علامہ اقبالؒ بار بار یہی سکھاتے ہیں کہ انسان کو اس دنیا میں ہمیشہ حضر سے بڑھکر سفر میں لذت ملتی ہے اور وصل سے بڑھکر فراق میں چنانچہ ایک جگہ کہتے ہیں :-

عالم سوز و ساز میں وصل سے بڑھ کے ہے فراق
وصل میں مرگِ آرزو، ہجر میں لذتِ طلب

إنّ إتّقـادَ الأمانِي وحُسْنَ شَدْوِ الطُّيُورْ
وَضَجَّةَ الخَلْقِ سَعْيًا فِي العَالَمِ المَعْمُورْ

والسُّحُبَ حِينَ تَرَاهَا تَسْقِي الرُّبَا واليَبَاب
والموج فِي البَحْرِ يَعْلُو حَتّى يَفُوقَ الهِضَاب

وكُلَّ مَا فِي البَرَايَا مِن رَوْعَةٍ وجَلاَل
لَوْلاَ يَدُ الهَجْرِ فِيْهِ لَمْ يَزْدَهِرْ بِالجَمَالْ

يُحَدِّثُنَا "إقبال" عن الظواهر الكَوْنِيَّة بِلُغَةٍ سَاحرة، ويُبَيِّن لنا مِرَارًا أنّ الرّبيع لاَ تَتَفتّحُ أزهاره، ولاَ تنضر أغصانه، ولا يَبْدُو كل ذلك جميلاً فى الحدائق إلاّ عند ما تتساقطُ كُلُّ الأوراق بعواصف الخريف، وتبدُو الطبيعةُ جافّةً صامتةً نائمةً حتّى يُوقِظَهَا ذلك الرّبيعُ بتغريدِ أطياره، كما مرّ فِي الصُّوَرِ السَّابِقَة، فيقول لنا إنّ ظواهر الحياة تُعْطِينا دَرْسًا

گرمیِ آرزو فراق، شورشِ ہائے وہو فراق
موج کی جستجو فراق، قطرہ کی آبرو فراق

غرض اِسی طرح وہ سمجھاتے ہیں کہ موت ہو یا رنج وغم، اُن کی شکایت کے لئے ہماری زبان نہیں کھُل سکتی۔ کیونکہ اس گلستاں میں نئے سرے سے بہار آنے کے لئے ضروری ہے کہ خزاں نے اُس کے پھولوں اور پھلوں کو پامال کیا ہو۔

غم کی حقیقت کو آشکار کر دینے کے بعد وہ بتاتے ہیں

بليغا، فليس الموت الا غروبًا الشمس الروح، لم تستطع بعد ذلك فی صبح الخلود الذی لا فناء بعده۔

يزعم الجاهلون أنّ المنايا مغربٌ فيه للحياة انقضاءُ
أفلم ينظروا إلى الشمس يبدو نورها بعد ما طواها المساءُ
تغرب النفس ثمّ يشرق صبحٌ فيه للنفس بالخلود انقضاءُ

(١)

عند ما أريد بناء مستشفىً فی الحجاز أراد إقبال أن يقدّم إلينا من سحره بلسمًا يهوّن صدمة الموت، ويوضّح أنّ المرء بعد اجتياز تلك المرحلة يحيى حياةً هانئةً لا يحياها الخضر فی عمره الطويل. ثمّ يهوّن احتمال لصدمة الأخيرة بعبارات سما فيها خياله وتصويره۔

کہ ظاہر پرست انسان جس کو موت کہتے ہیں، وہ درا صل فنا نہیں بلکہ آئندہ زندگی کا پیش خیمہ ہے لوگ جس کو زندگی کی شام سمجھتے ہیں، وہ درا صل اس کی دائمی صبح ہے۔

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی صُبحِ دوامِ زندگی

(۱)

موت کی منزل سے گزرنے کے بعد انسان کو وہ زندگی حاصل ہوتی ہے، جو خضر کو اپنی عُمرِ دراز میں نصیب نہیں۔ چنانچہ جو لوگ حجاز میں ایک دواخانہ قائم کرنے کے سلسلے میں ان کے پاس جاتے ہیں انہیں یہ جواب ملتا ہے:

(١)

يا أُساةَ الحجازِ هلّا علمتُم — أنّ بُرءَ الحياةِ أرضُ الحجازِ

إنّ سِرَّ الحياةِ يكمنُ في المو — تِ فيحكي حقيقةً في مجازِ

فرحُ المؤمنينَ في سكرةِ المو — تِ بقربِ المهيمنِ المتعالي

هو أسمى من عيشةِ الخضرِ في الدُّ — نيا بطولِ الدهورِ والأجيالِ

لِمَ جِئتُم للمؤمنينَ ببُرءٍ — إنّ إيمانَهُم دواءُ الجريحا

والّذي ذاقَ من يدِ الحيِّ كأسًا — ليسَ يحتاجُ للدواءِ مسيحا

٣

كُلُّ كونٍ أُبِيدُهُ أيّها الآتي — أحرقوهُ ليصنعوهُ جديدا

يُهدَمُ البيتُ بعدَ حينٍ ليُبنى — منزلًا عاليًا وقصرًا مشيدا

میں نے کہا کہ موت کے پردہ میں ہے حیات
پوشیدہ جیسے طرح ہو حقیقت مجاز میں
تلخابۂ اجل میں جو عاشق کو مل گیا
پایا نہ خضر نے مئے عمر دراز میں
اوروں کو دیں حضور یہ پیغام زندگی
میں موت ڈھونڈتا ہوں [illegible] میں
آئے ہیں آپ [illegible] کیا
رکھتے ہیں اہل درد [illegible]

چوں جہاں گشت [illegible]
وز جہاں آب و گل [illegible]

فِي أَحْوَالٍ عَدِيدَةٍ وبأَسَالِيبَ مُخْتَلِفَةٍ يُبَيِّنُ شَاعِرُنَا أَنَّ الحياةَ تَخْتَفِي ضعيفةً لتظهر قويّةً، فلا خوفَ من ذهابِ شئ لأنّه سيظهر بصورة أجمل وأحسن، كما مرّ في الصّورة السّابقة؛ وفي هذه القطعة يتحدّث لنا عن تزلزل الحياة واضطرابها الدائم ليزيدنا يقيناً بها:-

فِي خِضَمِّ الحَيَاةِ يَضْطَرِبُ المَوْ ... جُ وَلَا يَسْتَقِرُّ فِي أَيِّ حَالِ

ثَوَرَانُ الحَيَاةِ فِي الكَوْنِ بَادٍ ... كُلُّ شَيْءٍ بِهِ رَهِينُ انْتِقَالِ

كُلُّ ذَرَّاتِ هٰذِهِ الأَرْضِ دَوْمًا ... فِي احْتِدَامٍ وَثَوْرَةٍ وَاشْتِعَالِ

لَا يَغُرَّنَّكَ فِي الجِبَالِ سُكُونٌ ... قَدْ يَجِيءُ السُّكُونُ بِالزِّلْزَالِ

لَيْسَ ذَاكَ الثَّبَاتُ فِي فَلَكِ الدَّ ... عْرِ إِلَّا مِنْ خُدْعَةِ الأَنْظَارِ

لَا تَنِي فِي المَسِيرِ قَافِلَةُ الكَوْ ... نِ وَلَا تَنْتَهِي مِنَ الأَسْفَارِ

متعدد مرتبہ اور مختلف پیرایوں میں اقبالؒ اس حقیقت کو ہمارے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں کہ دنیا کی بے ثباتی ایک سطحی منظر ہے جس کی تہ میں وہی زندگی کی روح کارفرما ہے

نقشِ حیات ہر مرتبہ مٹنے کے بعد ایک نئی شان سے اُبھرتا ہے فنا اور عدم کی اس کثرت میں صرف زندگی کی وحدت جلوہ گر ہے:۔

دما دم رواں ہے یمِ زندگی
ہر اک شے سے پیدا رمِ زندگی
فریبِ نظر ہے سکون و ثبات
تڑپتا ہے ہر ذرۂ کائنات

ٹھہرتا نہیں کاروانِ وجود
کہ ہر لحظہ ہے تازہ شانِ وجود

عالمٌ دائمُ التجدُّدِ مَوَّارُ الـ   خُطى لَيسَ في الطريق بوانِ
لايَملُّ التغييرَ إلا الخؤونُ   لَيسَ يَدرِى مَا لَذَّةُ الطَّيرانِ

الحَيَاةُ الحقيقة [illegible] بَةُ وَالعَزمُ مَاضِيًا والبُكورُ
يُقطَفُ الزَّهرُ في الفُرُوعِ و [illegible] فَوقَ تِلكَ الفُرُوعِ تنمو زُهورُ

"إِقبَالٌ" يَبعث هذه الحقيقة، وَيخلق لهَامِنَ الطَّبيعة
أَجمَلَ الصُّوَر [illegible] التشبيهات لِيُزِيلَ اليَأسَ المُظلِمَ
بنورالأَمَلِ المُشرِقِ [illegible] الأبيات دِقَّةُ هذه المعَانِي
مُتَجَلِّيَةً، تُريكَ [illegible] في تَغيرها من جميل الى أَجمَلَ
وَمِن حسن الى [illegible] يُخَاطِبُ النَّجمَ الذى يَلمَعُ فِي
ظَلَامِ [illegible] الزَّرقَاء، قَائِلًا لعَلَّكَ تَخشى
فَنَاءَ حَيَاتِكَ [illegible] فَلذلكَ تَقضِي لَيلَكَ فِي فَزَعٍ،

اُلجھ کر سُلجھنے میں لذت اِسے
تڑپنے، پھڑکنے میں راحت اِسے

سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی　　　　فقط ذوقِ پرواز ہے زندگی
گل اس شاخ سے ٹوٹتے بھی رہے　　　　اِسی شاخ سے پھوٹتے بھی رہے

اقبالؒ اس نکتے سے اچھی طرح واقف ہیں اور متعدد وجدآفریں تشبیہوں کے ذریعہ ثابت کرتے ہیں کہ ہر جامِ فنا میں شرابِ زندگی کی مستی بھری ہوئی ہے۔ وہ ایک ستارہ کے ٹمٹمانے کو کانپنے سے تعبیر کرتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ کیا تجھے قمر کا خوف ہے یا سحر کا خطرہ لگا ہوا ہے، تو جو یہ تمام رات کانپتے ہوئے گزارتا ہے؟ تو شاید تجھے مآلِ حُسن کی خبر مل گئی ہے کہ جب چاند نکلے گا یا سحر ہوگی تو تیری ہستی نابود ہو جائیگی پھر اِس چمکنے والے مُسافر کو سمجھاتے ہیں کہ اس دُنیا کا آئین یہی ہے۔ کلی

ويقول للمسافر في رحلة الدُّنيا إنّ مَوْتَ البَراعِم حَيَاة للزُّهُور:

فَنَاءُ مَلَايِينِ النُّجُومِ مُبَشِّرٌ	بِأَنْوَارِ شَمْسٍ فِي السَّمٰوَاتِ تُوْلَدُ
وَنَوْمُ الرَّدىٰ سُكْرٌ سَيُعْقِبُ نَشْوَةً	بِخَمْرِ حَيَاةٍ فِي الْخُلُودِ تُجَدَّدُ
وَتَوْدِيعُ أَيَّامِ البَرَاعِيمِ مُؤْذِنٌ	بِخَلْقِ الزُّهُورِ البَاسِمَاتِ جَمَالَا
وَمَصْنَعُ هٰذَا الْكَوْنِ بِالْخَلْقِ آمِرٌ	فَإِنِّي أَرىٰ فِيهِ السُّكُونَ مُحَالَا
وَلَيْسَ سِوَى التَّغْيِيرِ فِي الْكَوْنِ ثَابِتٌ	يُغَيِّرُ حَالًا ثُمَّ يُنْشِئُ حَالَا

سَبَقَ لَنَا أَن تحدث "إقبال" في صُوَرٍ مختلفة عن خلود الحياة الانسانية؛ والآن تأمّل الى النهر الّذى يحدر من القِمَمِ المُرتفِعَةِ فِي مِلاءته البيضاء، هابطًا كسلاسل الفضّة مُرسِلًا مِنْ خريره نغمًا شجيًا. يتعلّم منه البلبل ترجيع ألحانه حتى اذا هبط الى السُّفوحِ والوِدْيان تفرّقت قطراته كما تتفرّق

کی موت میں پھول کی آفرینش کا راز پوشیدہ ہے اور لاکھوں ستاروں کے فنا ہونے سے ایک آفتاب کی ولادت واقع ہوتی ہے۔ سہ

اَجل ہے لاکھوں ستاروں کی اِک ولادتِ مہر
فنا کی نیند مئے زندگی کی مستی ہے
وداعِ غنچہ میں ہے رازِ آفرینشِ گل
عدم عدم ہے کہ آئینہ دارِ ہستی ہے

سکون محال ہے قدرت کے کارخانہ میں ثبات ایک تغیّر کو ہے زمانہ میں

ایک ندی کو دیکھئے جب اُس کی چادر پہاڑ کی بلندی سے وادی کی چٹانوں پر گرتی ہے تو بظاہر اُس کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے اور پانی کی مسلسل رَو کی بجائے آبشار کے قریب بکھری ہوئی بوندوں کی ایک دُنیا نظر آتی ہے لیکن آبشار سے تھوڑی دُور آگے وادی میں بڑھیں تو پھر وہی ندی بہتی ہوئی دکھائی دیتی ہے

الأُلَّافُ، وكأنك لا ترى الآن من ذلك الماءِ السَّلسال شيئًا فإذا سِرت قليلًا بعد ذلك بين الرِّمال رأيت النهرَ متجلِّيًا في حُلاه الفضِّيَّة يَسقي من حوله الغابات والأعشاب، كذلك نهر الحياة يهبط من سمائه ثم يغيب حينًا ليظهر منسقًا في مجرى الخلود.

ويقدِّم لنا هذه الصورة الأنيقة :-

مِن رُؤوسِ الجبالِ يَنحدرُ النَّهْـ ـرُ طَروبَ الأمواجِ عذبَ الأغاني
يَنقُلُ الطيرُ عنه بين الرَّوابي ما يَبثُّ الغصونُ من ألحانِ
كخدودِ الحورِ الحِسانِ تراهُ في صفاءِ البلُّورِ حُلوَ الخرير
ثم تمضي تلك المياهُ ضَياعًا في تِلالٍ منثورةٍ وصخورِ
قطراتٌ من ليلها ضَوَّتها في ثنايا الرمالِ أيدي الفراقِ
ثم تجري بها الينابيعُ في النَّهْـ ـرِ فتَحظى بعدَ النوى بالتلاقي

زندگی کی نہر بھی اسی طرح رواں ہے جس پر ان انسانی حادثات کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

آتی ہے ندّی جبینِ کوہ سے گاتی ہوئی
آسماں کے طائروں کو نغمہ سکھلاتی ہوئی

آئنہ روشن ہے اس کا صورتِ رخسارِ حور
گر کے وادی کی چٹانوں پر یہ ہو جاتا ہے چور
جوئے سیمابِ رواں پھٹ کر پریشاں ہو گئی
مضطرب بوندوں کی اک دنیا نمایاں ہو گئی

فَإِذَا النَّهْرُ بَعْدَ ذَلِكَ فِي مَجْرَاهُ يُحْيِي الزُّهُورَ وَالْأَعْشَابَا
فِضَّةٌ تُنْبِتُ الزُّمُرُّدَ فِي الْأَرْ ضِ وَتَسْقِي النَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَا

وَحَيَاةُ الْإِنْسَانِ نَهْرٌ سَمَاوِيٌّ تَوَالَتْ بِسَيْرِهِ الْأَقْدَارُ
كُلَّمَا غَاضَ مَاؤُهُ عَادَ فَيَّا ضًا فَمَا يَنْقَضِي لَهُ تَيَّارُ

شُعْلَةُ النَّفْسِ لَا تَصِيرُ رَمَادًا ضَوْؤُهَا خَالِدٌ عَلَى الْأَزْمَانِ
كُلُّ شَيْءٍ يَمْضِي وَكُلُّ حَيَاةٍ تَنْقَضِي غَيْرُ جَوْهَرِ الْإِنْسَانِ

وَيُطَالِعُنَا "إِقْبَالُ" ببرهان عميق يَحْمِلُنَا عَلَى الْإِذعان والتصديق ويزيد الْإِيمَانَ فِي انفسنا جلاء ووضوحًا، وذلك أَنَّ الحرص على الحياة وتنازع البقاء مَركَّزٌ في جميع طباع الأحياء، ومُسْتَقِرٌّ في غرائز الكائنات، وكأن القدرة بذلك نقشت سِرَّ الخلود

ہجرانِ قطروں کو لیکن وصل کی تعلیم ہے
دو قدم پر پھر وہی جُو مثلِ تارِ سیم ہے

ایک اصلیّت میں ہے نہرِ روانِ زندگی
گر کے رفعت سے ہجومِ نوعِ انساں بن گئی

جوہرِ انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں
آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں
زندگی کی آگ کا انجام خاکستر نہیں
ٹوٹنا جس کا مقدر ہو یہ وہ گوہر نہیں

حفظِ زندگی کی خواہش ہر جاندار کی فطرت میں ودیعت کر دی گئی ہے، اور کششِ حیات دنیا کا عام اُصول ہے، اس سے معلوم ہوا کہ خود قدرت کو بھی زندگی بہت محبوب ہے، یعنی اگر موت کے ہاتھوں سے نقشِ حیات مٹ سکتا تو قدرت اس کو کیوں ہونے دیتی، اس طرح

فی حب الحیاة. وعموم الموت وشموله یدلّنا علی أنّه لایؤثّر فی حقیقة الوجود، وأنه لایزید عن کونه أمراً عرضیّاً کالنوم الذی لایؤثّر فی حیویّة النّائم؛ والی هذا المعنی یشیر بقوله:

سِرُّ الخُلُودِ جَرَی مَعَ الدَّمِ فِی العُرُو ... قِ وَخَالَطَ الأَرْوَاحَ وَالأَحْیَاءَ

لَمْ یُحْیِنَا الرَّحْمٰنُ فِی الدُّنْیَا سُدًی ... وَهُوَ الحَلِیمُ مَشِیئَةً وَقَضَاءَ

لَمَّا رَأَیْتُ المَوْتَ یَشْمَلُنَا عَلِمْـ ... ـتُ بِأَنَّهُ لَنْ یَسْتَحِیلَ فَنَاءَ

أَلْمَوْتُ مِثْلُ النَّوْمِ یَبْدَأُ سَکْرَةً ... وَیَعُودُ صَحْوًا دَائِمًا وَبَقَاءَ

فی عُلُوم الطبیعة لاتُوجد قیمة خاصّة للحیاة الإنسانیّة ولیس للانسان شأن خاص فی هذه الکائنات، ولکن الدّین یُعَلِّمُنَا أنّه أشرف المخلوقات بل إن هذه الکائنات خُلِقَتْ لِأَجْلِهِ. وإذا کان هذا صحیحًا فتأمّلوا إلی تِلْکَ النُّجُوم الَّتِی تُنِیرُ مُنْذُ مَلَایِینِ السِّنِینَ، والتی تعجز العقول دون حساب

عام نہ کردیتی۔ موت کا اِس طرح عالمگیر اور ارزاں ہونا ہی خود اِس بات کی دلیل ہے کہ زندگی پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

فطرتِ ہستی شہیدِ آرزو رہتی نہ ہو
خوب تر پیکر کی اس کو جستجو رہتی نہ ہو
ہے اگر ارزاں تو یہ سمجھو اجل کچھ بھی نہیں
جس طرح سونے سے جینے میں خلل کچھ بھی نہیں

سائنس میں انسان کی ایک نہایت ہی معمولی ہستی ہے جس کی اس کائنات میں کوئی بڑی اہمیت نہیں۔ لیکن مذہب یہ سکھلاتا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور یہ ساری کائنات اسی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو اِن ستاروں پر غور کیجئے جو کروڑوں برس سے منور ہیں، جن کی عمر کا حساب لگاتے ہوئے ہماری عقل چکرا جاتی ہے

أعمارها، فلنوازنها بالإنسان الّذى هو أبعد نظرًا من النجوم ومما وراء الأفلاك. وليست السماء فى سَعَة فطرتِهِ الانقطة ومقصد حياتِهِ أعلى من مقامات الملائكة، ومن أنفاسه يتجلّى النّورُ فى محافل القدرة، وقد حَمل الأمانَةَ الّتى عُرِضَتْ عَلى السماوات والأرض والجبال فَأبَيْنَ أنْ يَحملنَهَا وَأشْفقنَ منها. فَهَل تَحيَا هٰذه النجومُ كُلّ هذا العمر الطويل، والانسانُ الذى يسا ويها يِقلامة ظفره يفنى فى لحظة ...... ؟ وهل هو أقلّ من هٰذه الذرّات اللّامعة حتّى تبقَى هى فى لمعانها ثمّ يُمحى ضوؤُه فى لمحة .... ؟

يَا أيُّهَا المُسْلِمُ إنّ ۔۔۔ الأرْضَ وَالسَّماءَ لَكْ

ضِيَاءُكَ القُدْسِيُّ أعْ ۔۔۔ لَى مِن شرَارَاتِ الفَلَكْ

مَا جئتَ فِى الدُّنيَا لِتَفْ ۔۔۔ نَى وهِى بالخُلْدِ تَدُوم

اِن کا مقابلہ انسان سے کیجئے جس کی نظر ان ستاروں سے بھی آگے ہمیشہ ماورائے افلاک پر رہتی ہے، جس کی وسعتِ فطرت میں آسمان ایک نقطہ سے زیادہ نہیں، جس کی زندگی کا مقصد فرشتوں سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے، جس کے دم سے محفلِ قدرت میں روشنی ہے، جس نے اس بار امانت کو اُٹھایا جس کے متحمل زمین اور آسمان بھی نہیں ہو سکے۔

اگر ستاروں کی زندگی اس قدر طویل ہے تو انسان جس کا ناخن سازِ ہستی کو چھیڑتا ہے کیا وہ ایک لحظہ میں فنا ہو جائے گا؟ کیا وہ اِن چمکدار ذرّوں سے بھی کم قیمت ہے کہ ستارے تو اتنے عرصہ تک چمکتے رہیں اور انسان کی ہستی ایک لمحہ میں فنا ہو جائے

شعلہ یہ کمتر ہے گردوں کے شراروں سے بھی کیا؟
کم بہا ہے آفتاب اپنے ستاروں سے بھی کیا؟

هَلْ تُصبحُ الشَّمسُ أَقلَّ فِيمَةً مِنَ النُّجُوم؟

تأمّلوا إلى حقيقة البذور عند ما غطيت بتراب الأرض؛ لم تضمحلّ تحت الثّرى، ولم ينضب معين حيويّتها وهي دفينة في ترابها. بل كانت في تفاعلها مضطربة للنّشوء والنماء، وشعلة الحياة المستورة في وجودها لم تنطفئ من تلك الظّلمات، بل نمت وترعرعت وتفتّحت أكمامها بالزّهور الباسمات عن أجمل الألوان وعطر النّسيم، حتّى أوحت الى نفس الشاعر هذه الأبيات:-

لَقَدْ دَفَنُوا فِي التُّرَابِ الْبُذُوْر
فَلَمْ تَفْنَ فِي لَحْدِهَا الهَامِدِ
وَلَمْ تَنْطَفِئْ نَارُهَا فِي الحَيَاةِ
عَلَى طُوْلِ مَرْقَدِهَا البَارِدِ

پھُول کے ایک بیج کی حقیقت پر غور کیجئے، اس کو مٹی میں دبا دیا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ سردیٔ مرقد سے افسردہ نہیں ہوتا خاک میں دبنے کے بعد بھی اُس کا سوز گُم نہیں ہوجاتا۔ زیرِ خاک بھی وہ نشو و نما کے واسطے بے تاب رہتا ہے۔ اس کی ہستی میں زندگی کا جو شعلہ پنہاں ہے، وہ مٹی کے اس انبار سے نہیں دب سکتا خود نمائی، اور خود افزائی کے لئے وہ یہاں تک مجبور ہے کہ آخرکار بیج کا یہ دانہ گل کی شکل میں نمودار ہوجاتا ہے:

تخمِ گل کی آنکھ زیرِ خاک بھی بیخواب ہے
کس قدر نشو و نما کے واسطے بیتاب ہے
زندگی کا شعلہ اس دانے میں جو مستور ہے
خود نمائی، خود فزائی کے لئے مجبور ہے
سردیٔ مرقد سے بھی افسردہ ہو سکتا نہیں
خاک میں دب کر بھی اپنا سوز کھو سکتا نہیں

لَقَدْ نَسَجَتْ لِلْحَيَاةِ القَبَاءَ
وَصَاغَتْ مِنَ الزَّهْرِ أَبْهَى حُلَاهُ
نَمَى غُصْنُهَا زَاهِراً وَاسْتَفَادَتْ
مِنَ الْمَوْتِ تَجْدِيدَ ذَوْقِ الْحَيَاةِ

الشاعر الواحد يُعبِّر عن المعنى الواحد بأساليبَ مُختلِفةٍ، ولا ضَيْرَ عليْهِ من تكرار المعنى الّذى يفتَن له فى تجديد الحلّة وتجميل الأُسلوب؛ وهذا هو شأن "إقبال". فقد عبّر لنا عن مساء الموْت وصُبْح الخُلُود فى الصُّوَر السابقة، ثم يعيد هذا المعنى فى ثوب آخر حين يعرض علينا الصّباح مُقبلاً فى حُلّتِهِ الباهرة يُوقظ العالَم لاستقبال الحَياة بنشوة وأمل وَمَا الْموْت إلّا صورة لهذا المشهد الطَّبيعي. وهاك هذه الأبيات:

حِيْنَمَا يُسْفِرُ الصَّبَاحُ نَدِيًّا نَاصِعًا فِي مَوَاكِبِ الْإِشْرَاقِ

پھول بن کر اپنی تربت سے نکل آتا ہے یہ
موت سے گویا بقائے زندگی پاتا ہے یہ
موت تجدیدِ مذاقِ زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

رات کے وقت ساری کائنات اس طرح مراقبے میں ہوتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے ہر چیز پر موت کا جادو چل گیا ہے۔ لیکن جب صبح ہوتی ہے تو اس دنیا کا ذرّہ ذرّہ نئی زندگی لئے ہوئے بیدار ہوتا ہے پس اگر ہر شام کے بعد صبح کا ہونا لازمی ہے تو پھر ہماری شبِ عدم کی صبح کیوں نہ ہو؟

کس قدر روح پرور اشعار ہیں :— ؎

پردۂ مشرق سے جس دم جلوہ گر ہوتی ہے صبح
داغ شب کا دامنِ آفاق سے دھوتی ہے صبح

يَغْسِلُ النُّورُ فِي المَشَارِقِ أَدْرَا نَ الدَّيَاجِي عَن حُلَّةِ الآفَاقِ

وَيَطِيرُ الكَرَى وَيَنْبُتُ العُشْـ ـبُ وَتَصْحُو عَزَائِمُ الكَائِنَاتِ
وَيَهُبُّ الأَحْيَاءُ فِي البَرِّ وَالبَحْـ ـرِ لِيَسْتَقْبِلُوا عَرُوسَ الحَيَاتِ

وَإِذَا كَانَ لِلْخَلَائِقِ نَامُو سٌ يُرِينَا الصَّبَاحَ بَعْدَ المَسَاءِ
فَكَذَا تَذْهَبُ الحَيَاةُ وَلَكِنْ بَعْدَ لَيْلِ الحِمَامِ صُبْحُ البَقَاءِ

ليست حلقاتُ الحياة الإنسانيّةَ ضَيِّقةً إلى حد أن ترتبط بالهيكل الترابي وجوداً وعدماً. الدُّنيا أوّل المنازل وليست آخرها. هذه القبّة الزرقاء ليست نهاية وجودنا وليس الجسم إلّا وكراً لهذه الأرواح؛ فإذا ذهب الوكر يُخلق وكرٌ آخر. هذا هو عمل الفطرة التي لا تتقيّد بسلسلتي اللّيلِ والنّهار

خفتگانِ لالہ زار و کوہسار و رود بار
ہوتے ہیں آخر عروسِ زندگی سے ہم کنار

یہ اگر آئینِ ہستی ہے کہ ہو ہر شام صبح
مرقدِ انساں کی شب کا کیوں نہ ہو انجام صبح

انسان کا حلقۂ فکر اس قدر تنگ نہیں کہ وہ اس جسمِ خاکی کو ہماری حقیقی ہستی کے لئے ناگزیر سمجھے۔ یہ نورِ فطرت ہر شیشہ میں اسی طرح جلوہ گر ہے۔ اس دنیا میں ہمارا کام ختم نہیں ہو جاتا بلکہ یہ تو عشق کی پہلی منزل ہے، اس سے آگے ابھی بہت سی منزلیں طے کرنی ہیں۔

وَقَدْ حَدَّثَنَا "إقْبَالُ" عَنْ هذا العمل أحسن الحديث وبيّن أنّ المُسْلِمَ عَظِيمُ الشأن فى الخلود وأنه أقوى وأعظم من هذا الكون المحدود:

(١) فَوْقَ السَّمَاءِ أيُّهَا الْـ حُرُّ سَمٰوَاتٌ أُخَرُ
وفَوْقَ هٰذَا المجْدِ فِىْ دُنْيَاكَ مَجْدٌ مُنْتَظَرٌ
بَعْدَ الحَيَاةِ أيُّهَا الْـ مُسْلِمُ تُبْدَأُ الحَيَاهْ
صَانِعُ دُنْيَاكَ وَأُخْـ ـرَاكَ مَعًا هُوَ الإِلٰهْ

(٢) إنَّ الْـبَرَايَا دُوَلٌ بِهَا الْفَضَاءُ حَافِلُ
لَمْ تَنْقَطِعْ مِنَ الطَّرِيْـ ـقِ هٰذِهِ القوافِلُ

(٣) وَكَمْ وَرَاءَ عَالَـمٍ أكْوَانٍ مِنْ عَوَالِمِ
فَلَا تَضَعْ حَدًّا لِمَا فِى النَّفْسِ مِنْ عَزَائِمِ
كُلُّ الَّذِىْ تَعْرِفُهُ لَيْسَ نِهَايَةَ الوُجُودْ

ذیل کی نظم زبان اور خیالات کے لحاظ سے تخلیقی آرٹ کی ایک بہترین مثال ہے :-

(۱)

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

۲

تہی زندگی سے نہیں یہ فضائیں
یہاں سیکڑوں کارواں اور بھی ہیں

۳

قناعت نہ کر عالمِ رنگ و بو پر
چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں

فَكم تَوارَتْ مُدُنٌ ... وَراءَ هٰذِهِ الحُدُودْ

(٤) إن هُدِمَ العُشُّ فَفِي الـ ... بُسْتَانِ تَنْشَأُ الوُكُورُ
طِرْ لِلخُلُودِ مُؤْمِنًا ... لَيْسَ الجُمُودُ لِلطُّيُورْ

(٥) فَبَعْدَ هٰذَا الظِّلِّ يَا ... بُلْبُلُ مَاءٌ وَهَوَاءْ
وَجَنَّةٌ أُخْرَى يَطِيـ ... ـبُ فِي رِيَاضِهَا الغِنَاءْ

(٦) اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ لِلْـ ... آمَالِ لا يَتَّسِعَانِ
فَاطْلُبْ مَقَامًا لِلعُلَى ... فَوْقَ الزَّمَانِ وَالمَكَانِ

تَذْهَبُ الأَفْرَادُ وَيَبْقَى النَّسْلُ وَالأُمَّةُ. ويجب على المُسْلِمِين أن يَذْكُرُوا أنَّ بقاءهُمْ في هٰذه الدُّنْيا ضروريٌّ لتكميل حكمة الله. والرِّسالةُ الَّتي لَمْ تَتِمَّ في أُمَّتَيِ الخَلِيل والكليم يُتِمُّها أذانُ المُسْلِم. إنَّ النَّسيم العَلِيل يَمُرُّ على البراعِم ولكن الزُّهُور لا تَسْتَكْمِلُ نُمُوَّهَا حتى تُدْمِيَ يَدُ البُسْتَانِيِّ أغصانها

۴

اگر کھو گیا اِک نشیمن تو کیا غم

مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی ہیں

۵

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا

ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں

۶

اِسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا

کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

اس کے علاوہ افراد مٹ سکتے ہیں لیکن نسل و قوم باقی رہتی ہے۔ مسلمانوں کو خصوصاً یاد رکھنا چاہیئے کہ مقصدِ الٰہی کی تکمیل کے لئے ابھی اس دنیا میں ان کی ضرورت باقی ہے۔ وہ راز جو خلیل اور کلیم کی آنکھوں سے پوشیدہ رہا صرف مسلمانوں کی اذان سے ہی فاش ہو سکتا ہے۔ بادِ نسیم کی روح آفرینیوں کی بدولت کلی شاخ گل سے چٹکتی ہے

وأشجارها بالتشذيب والصَّاعِقَةُ تَسْقَطُ على وكرِ القُمريّ فيموت، والبلبل يَقَعُ فَرِيسَةً في شَرَكِ الصَّيَّاد. ولكن رَونق الربيع باقٍ والآف الطيّور تُقْبِل وتُنْشِد ألحانها وتَطير والبُسْتَان لايزال قائماً:

إِذَا سَقَطَتْ زَهْــرَةٌ فِي الرَّبِيْع
فَكَمْ فِي بَسَاتِينِهِ مِنْ زُهُوْر
وَيَا رُبَّ لُؤلُوءَةٍ حَطَّمُوْهَا
لِتُرْفَعَ فِي التَاجِ أَوْ فِي النُّحُوْر

يَغِيبُ الصَّبَاحُ مِنَ المَشْرِقَيْنِ
وَيَمْضِي المَسَاءُ مِنَ المَغْرِبَيْن
وَمَا زَالَ يُقْبِلُ هٰذا وَذَاكَ
جَدِيدَيْنِ فِي حُلَّةِ النَّيِّرَيْن

لیکن ابھی پوری طرح کھِلنے بھی نہیں پاتی کہ گُلچیں کے ظالم ہاتھوں اُس کا خون ہوجاتا ہے اور بُوئے گل کی طرح اس کو چمن سے باہر نکل جانا پڑتا ہے۔ قمری کے آشیان پر بجلی گر پڑتی ہے، بلبل صیّاد کے دام میں پھنس جاتی ہے، لیکن بہار کی رونق کم نہیں ہوتی ہزاروں جانور اپنی اپنی بولی بولکر اُڑ جاتے ہیں لیکن یہ چمن اسی طرح قائم رہتا ہے۔ ؎

فصلِ گل از نسترن باقی تر است از گل و سرو و سمن باقی تر است
کانِ گوہر پرورے گوہر گرے کم نگردد از شکستِ گوہرے

صبح از مشرق زمغرب شام رفت
جامِ صد روز از خُمِ ایّام رفت
بادہ ہا خوردند و صہبا باقی است
دوش ہا خوں گشت و فردا باقی است

مِئَاتُ السِّنِينَ مَضَتْ فِي الحَيَاة

وَمَا اسْتَنْفَدَتْ بَحْرَ أَزْمَانِهَا

وَكَمْ أَفْرَغَ الشَّارِبُونَ الكُئُوسَ

وَمَا زَالَتِ الخَمْرُ فِي حَانِهَا

وَكَمْ زَالَ أَمْسٌ فَوَافَى غَدٌ

وَكَمْ أَشْرَقَ النُّورُ بَعْدَ الظُّلَمْ

يَزُولُ عَنِ الأَرْضِ أَفْرَادُهَا

وَتَبْقَى الشُّعُوبُ بِهَا وَالأُمَمْ

المُسْلِمُ آيَةٌ مِنْ آيَاتِ اللهِ وآيات الله لا تزول - المسْلم باقٍ ليَرْفع العَلَمَ ويَتَسَلّمَ خلافة الأرض. وأعداءُ الإسلام يُحَاوِلُونَ أنْ يَسْقطَ هذا العَلَم وأن يَذْهب المُسْلِمُونَ؛ ولكنْ هؤلاءِ الأعْداءِ أنفُسهم كثيرًا ما يُشَاهِدونَ نورَ

ہم چناں از فرد ہائے بے سپر
ہست تقویمِ اُمم پایندہ تر

در سفر یار است و صحبت قائم است
فرد رہ گیر است و ملت قائم است

اُمتِ مرحومہ خدا کی ایک نشانی ہے۔ اور اغیار اس نورِ الٰہی کو بجھانے کے درپے ہیں لیکن باری تعالیٰ نے اسکی حفاظت کا وعدہ کیا ہے اور جب تک کہ تخلیقِ عالم کے مقصد کی تکمیل نہ ہو جائے اور صداقت اور توحید کا پرچم ساری دنیا پر نہ لہرانے لگے

الإسلام فيصبحون في طليعة أنصاره وحماته، فينقلب عدوانهم حماية ورعاية. وإذا سقطت بعض مواطن المسلمين فالمسلم سيبقى والإسلام لن يفنى:

ذلك المسلم من أندلس ... سيعيد العزم في الشمس كأنه

من سقاه العشق يوما خمره ... لم يعد في السكر محتاجا لحانه

والليالي علمتنا عبرا ... في الذي مر به غزو التتار

كفروا ثم اجتلوا نور الهدى ... فاهتدوا والما رأوا ذاك المنار

عرفوا الإسلام فانقادوا له ... وغدا أعداؤه ركن حماه

عزت الكعبة وانهار الصنم ... وهوى الشرك بتوحيد الإله

إن هذا العصر ليل فأنر ... أيها المسلم ليل الحائرين

وسفين الحق في لج الهوى ... لا يرى غيرك ربان السفين

یہ اُمت اُسی طرح زندہ رہے گی۔

تُو نہ مِٹ جائے گا ایران کے مِٹ جانے سے
نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے
ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مِل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

کشتیِ حق کا زمانے میں سہارا تو ہے
عَصرِ نَو رات ہے، دُھندلا سا ستارا تو ہے

أَنْتَ كَنْزُ الدُّرِّ وَالْيَاقُوتِ فِي مَوْجَةِ الدُّنْيَا وَإِنْ لَمْ يَعْرِفُوكْ
مَحْفِلُ الْأَجْيَالِ مُحْتَاجٌ إِلَى صَوْتِكَ الْعَالِي وَإِنْ لَمْ يَسْمَعُوكْ
لَيْسَ فِي الْوَقْتِ فَرَاغٌ فَاعْتَزِمْ وَامْلَأِ الدُّنْيَا بِأَعْمَالٍ شَرِيفَةْ
أَنْتَ نُورُ الْأَرْضِ تَهْدِي أَهْلَهَا لَنْ يُرَى غَيْرُكَ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةْ

مَا زَالَ الْمُسْلِمُ مُمْتَحَنًا بِالشَّدَائِدِ والحوادث الجسام، و لقد انهالت على المُسْلِمِينَ مَصَائِبُ الزَّمن، ورأوا من البلايا ما ضَاعَ بِمِثْلِه ملك جميع الْأُمَمِ السَّابِقَة من إِغْرِيق ويونان و رومان وفراعنة؛ ولكن الحوادث ارتدت عن المُسْلم كما ترتد الحَصْبَاء عن القلعة الشَّمَّاء؛ وكل مصيبة تنزل بالمُسْلِم تصير عاملا على إسعاده، وسببًا في رُقِيِّه:

نَحْنُ مِثْلُ الْخُلْقِ زَهْرًا وَثِمَارًا وَسِوَانَا يَبْعَثُ النَّارَ ضِرَامَا
كُلُّ نُمْرُودٍ إِذَا أَوْقَدَ نَارًا عَادَتِ النِّيرَانُ بَرْدًا وَسَلَامًا

چشمِ اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری
وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے
زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری کوکبِ قسمتِ امکاں ہے خلافت تیری

یہی وجہ ہے کہ اگرچہ آسمان ہمارے ساتھ ہمیشہ برسرِ پیکار رہا، اور ہمارے سر پر وہ مصیبتیں نازل کیں جو یونان اور رُوما نے بھی نہیں دیکھیں اور جن کے باعث سطوتِ مُسلم خاک و خون میں تڑپنے لگی۔ لیکن اِسی چرخِ کج رفتار کو معلوم ہے کہ ہم اِس اِمتحان سے کبھی نہیں گھبرائے، ہر مشکل کا مقابلہ کیا، اور ابراہیم خلیل اللہ کی طرح آگ کو بھی اپنے لیئے گلزار بنا لیا۔ پھر اگرچہ مصر و بابل مٹ گئے، نہ تو صفحۂ دہر پر اُن کا نشان باقی ہے اور نہ دفترِ ہستی میں اُن کی داستان۔ لیکن مسلم کی اذان کی آواز فضائے عالم میں اب بھی اُسی طرح گونجتی ہے۔

از تہِ آتش بر اندازیم گُل نارِ ہر نمرود را سازیم گُل

نَحْنُ بِالْإِيمَانِ نَبْنِي عِزَّنَا ... لَا نُبَالِي الْهَوْلَ أَوْ نَخْشَى الصِّعَابَا

وَإِذَا الْبَاغِي رَمَى فِي غَرْسِنَا ... جَذْوَةَ الظُّلْمِ جَعَلْنَاهَا تُرَابَا

ذَهَبَ الْيُونَانُ وَالرُّومَانُ وَالْـ ... ـفُرْسُ قِدَمًا وَفَرَاعِينُ الزَّمَانْ

وَهُدَى الْإِسْلَامِ مَا وَالَ عَلَى ... قِمَّةِ الدُّنْيَا يُدَوِّي بِالْأَذَانْ

هاهو يُذَكِّرنا بأنّ المُمَثِّل لوجود المِلَّة هو الأُمَّة. وأمّا الأفراد فهم زائِلون. بهذا يدعو المُسْلِمَ إلى أن يبذل نفسه فرداً لكي يحيي دولةً وشعباً. ثمّ يذكره بأصله الأزليّ وفرعه الأبدي، ويضع نار اليقين في صدر المسلم محمولةً إليه في ثنايا هذه الأبيات:-

مَعِيشَةُ الْفَرْدِ خَيَالْ ... وَالْبَقَاءُ لِلْأُمَمْ

فَكُنْ فِدَاءَ الْمَبْدَأ لْ ... أَعْلَى إِذَا نَادَى الْعَلَمْ

شعلہ ہائے انقلابِ روزگار
چوں بباغ ما رسد گردد بہار

رومیاں را گرم بازاری نماند
آں جہاں گیری جہانداری نماند

شیشۂ ساسانیاں درخوں نشست
رونقِ خمخانۂ یوناں شکست

مصر ہم در امتحاں ناکام ماند
استخوانِ اُو تہِ اہرام ماند

در جہاں بانگِ اذاں بود ست وہست
ملتِ اسلامیاں بود ست وہست

اجل کا ہاتھ ہماری قوم کو نہیں چھو سکتا اور چونکہ قوم کی ہستی میں ہی افراد کو حقیقی زندگی نصیب ہوتی ہے اسی لئے قوم کی خاطر قربان ہو جانے میں کسی قسم کی جھجک نہیں ہونی چاہیئے۔

وجود افراد کا مجازی ہے ہستیٔ قوم ہے حقیقی
فدا ہو ملت پہ یعنی آتش زنِ طلسمِ مجاز ہو جا

مَنْزِلَكَ الْعُلْوِيُّ لَا تَحْجُبُ سِرَّهُ الْغُيُوْمُ
أَنْتَ مِنَ الْجَيْشِ الَّذِيْ غُبَارُ خَيْلِهِ النُّجُوْمُ

فِي الْعَالَمِ الْأَوَّلِ مِنْ مَطَالِعِ الْأَنْوَارِ كُنْتَ
وَالنَّاطِقُ الْأَخِيْرُ فِيْ رِسَالَةِ الرَّحْمٰنِ أَنْتَ

قُمْ وَانْشُرِ التَّوْحِيْدَ فِي الدُّنْيَا وَوَحِّدِ الْأُمَمْ
فَأَنْتَ خَيْرُ مَنْ دَعَا وَأَنْتَ خَيْرُ مَنْ حَكَمْ

المنظر الَّذِي يُرَوِّعُ الْإِنْسَانَ هُوَ حركة الموت الَّتِي تسكن بعدها الْأَعضاء وتبرد الحواسُّ، فحينما يراك "إقبال" مرتعداً مذعوراً لهذا المشهد الرَّهيب، يَضَعُ علَى قلبك بَرْدَ العزاء، و يُبَيِّنُ لكَ أن ملك الموت لا يُمِيْتُ الْأَرْوَاحَ، وإن أفنى عالم الْأَشْبَاح:

يَعْصِفُ الموتُ بالجسومِ ولكن لَيْسَ يُفْنِيْ مِنْ قُوَّةِ النَّفْسِ شَيًّا

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے
مکاں فانی مکیں آنی ازل تیرا ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو جاوداں تو ہے
سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام، دنیا کی امامت کا

ایک سچّے عاشق کو موت سے کچھ ڈر نہیں کیونکہ اگرچہ موت ہر چیز پر غالب آتی ہے لیکن عشق پر غالب نہیں آتی۔ اور اقبالؒ بتاتے ہیں کہ موت کا فرشتہ اگرچہ ہمارے جسم سے جان نکال لیتا ہے لیکن ہمارے وجود کے مرکز تک اُسکی رسائی نہیں ہوتی۔ ہمارا زندہ دل قبر میں بھی بے قرار رہتا ہے۔ اِس جسمِ خاکی کے مرجانے سے جان نہیں مرتی۔ دل حلقۂ بود و عدم سے آزاد ہے ؎

اگر ہو زندہ تو دل ناصبور رہتا ہے
لحد میں بھی یہی غیب و حضور رہتا ہے

تَصْعَدُ الرُّوحُ لِلْخُلُودِ وَيَبْقَى عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ حَيًّا
لَا تَمُتْ مِنْ مَخَافَةِ الْمَوْتِ جَهْلاً فَبِغَيْرِ الْأَنْفَاسِ رُوحُكَ تَحْيَا

"لَيْسَ الإِنْسَانُ مِنْ هذَا الْعَالَمِ فِي شَيْءٍ، فَجَمِيعُ مَا حَوْلَهُ مِنَ الْمَظَاهِرِ الْمَادِّيَّةِ تَضْمَحِلُّ وَتَذْهَبُ مَعَ الْهَشِيمِ، وَيَبْقَى بَعْدَ ذَلِكَ جَوْهَرُ الْإِنْسَانِ سَاطِعًا. يُحَدِّثُنَا عَنْهُ "إِقْبَالُ"

هَوَى سَرِيرُ كَيْقُبَادَ وَانْطَوَى إِكْلِيلُ جَمٍّ
وَأَصْبَحَ الْكُلُّ رَمَادًا مِثْلَ هَيْكَلِ الصَّنَمِ

أَمَّا أَنَا فَلَسْتُ أَدْرِي أَيْنَ يَعْلُو نَظَرِي
أَنَا تُرَابٌ غَيْرَ أَنَّ الشَّمْسَ دُونَ جَوْهَرِي

فِي سُكُونِ السَّحَرِ تَتَفَتَّحُ قُلُوبُ الشُّعَرَاءِ كَمَا تَتَفَتَّحُ الْأَزْهَارُ لِتَحْتَضِنَ النَّسِيمَ وَتَسْتَقْبِلَ النَّدَى. وَتُضِيءُ مَشَاعِرُ ذَلِكَ الْقَلْبِ عَلَى الْأَحْيَاءِ وَغَيْرِ الْأَحْيَاءِ، حَتَّى تَتَّسِعَ لِلْوُجُودِ كُلِّهِ بِمَا فِيهِ مِنْ

فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا
ترے وجود کے مرکز سے دُور رہتا ہے

مخور اے کم نظر اندیشۂ مرگ   اگر دم رفت دل باقی ست غم نیست

دنیا کی ساری چیزیں فنا ہو جائیں لیکن جوہرِ انسان کی حقیقت کچھ اور ہے اس کو فنا ممکن نہیں۔

سریرِ کیقباد، اکلیلِ جم خاک
کلیسا و بُتستانِ حرم خاک
ولیکن من ندانم گوہرم چیست
نگاہم برتر از گردوں، تنم خاک

سحر کے وقت شاعر کے حسّاس دل میں ہر جاندار اور بے جان چیز سے پیام قبول کرنے کی قابلیت بڑھ جاتی ہے۔ وہ صبح کے تاروں کو اپنا دردِ دل سُنانے کے لئے فضائے دشت میں گھوم رہا ہے۔ راکھ کے

ماض وحاضر، فينظر الى تلّ من الرّماد فيسمع من صمته حزن الماضى، ويقول إننى كنت شجرة مشتعلة يا أوى المُدْلج إلى نارى، ثم أطفأتنى عواصف الصّحراء. هكذا اسمع "إقبال" سرعان ما تلفّت فاذا نهر سار قد صفت مياهه كأنّها مرآة للنجوم السماء، فعادت نفسه الحزينة إلى الأمل بعد الياس والرجاء بعد الخوف. وحدّث عن هذه المشاعر بقوله:-

قَدْ تَغَنَّى قَلْبِىْ فَأَسْمَع أُذْنِى
نَغَمًا فَاقَ رَنَّةَ الْأَوْتَارِ
وَكَأَنِّىْ رَأَيْتُ نَهْرَ حَيَاتِىْ
نَابِعًا مِنْ صَفَاءِ عَيْنٍ سَارِ

ایک ڈھیر سے اُسکو کچھ سرگوشیوں کی آواز سنائی دیتی ہے۔ راکھ باد صبا سے کہہ رہی ہے کہ "کبھی مَیں بھی بھڑکتی ہوئی" آگ تھی جس سے راہرو اپنے جسم کیلئے گرمی حاصل کرتے تھے لیکن اِس صحرا کی ہواؤں نے میری چنگاریوں کو ٹھنڈا کر دیا تو آہستہ چل تاکہ میرے یہ افسردہ ذرّے بکھر نہ جائیں۔ ورنہ جس قافلے کے سوز و گداز کا مَیں نشان ہوں اُسکی یاد بھی باقی نہ رہیگی"۔ یہ سُنکر شاعر کو اپنی حالت یاد آجاتی ہے وہ سوچتا ہے کہ اُسکی ہستی بھی خاک سے زیادہ نہیں اور وہ بھی اس رہگزر میں برپا ہے حوادث کی تباہ کاریوں کے خیال سے اُسکی آنکھ سے بے اختیار آنسو بہنے لگتے ہیں اتنے میں اُس کے کان میں دل کی یہ آواز پہنچتی ہے کہ تو اس مشتِ خاک کی تباہی پر کیوں افسوس کرتا ہے، ازل اور ابد میرے ہی رہینِ منت ہیں اور میری کوئی انتہا نہیں۔ ؎

بگوشِ من رسید از دل سرودے
کہ جوئے روزگار از چشمہ سارم

أَنَا لِيَّ بِعُنْصرِيْ أَبَدِيٌّ
مَنْزِلِيْ فِي الخُلُوْدِ فَوْقَ المَنَازِلْ
إِنَّ جِسْمِي مِنَ التُّرَابِ وَلٰكِنْ
رُوْحِيَ البَحْرُ مَا لَهُ مِنْ سَاحِلْ

ما دام المرء لا يقف على حقيقة نفسه، وما دام يقيس الجوهر الإنسانيّ بالهيكل الترابي، فانه كل وقت مستهدف للخوف مِن ساعته الأخيرة. وإقبال يندد بهؤلاء ويصفهم بهذا البيت.

يُلَازِمُ مُخُوفَ المَوْتِ كُلَّ مُضَلَّلٍ
يَرَى أَنَّ مِقْيَاسَ الحَيَاةِ تُرَابُ

إِنَّ الَّذِي يُحَافِظ عَلَى كَمَال ذاتيته يحيي بعوامل الموت، هذهِ الكواكب والأقمار تزول، ولكن نَشْوَة الذاتية لا يخبو

ازل تاب و تب پیشینۂ من
ابد از ذوق و شوق انتظارم
مینذیش از کفِ خاکے مینذیش
بجان تو کہ من پایاں ندارم

من کی دنیا میں فنا کا گزر نہیں، انسان موت کے غم میں اسی لئے گھلا جا رہا ہے کہ وہ اپنی اصلیت کو پیکرِ خاکی پر منطبق کرتا ہے جب تک ہم اپنی حقیقت سے واقف نہ ہو جائیں، اِس غمِ مرگ سے نجات ممکن نہیں ؎

تری نجات غمِ مرگ سے نہیں ممکن
کہ تو خودی کو سمجھتا ہے پیکرِ خاکی

انسان اگر اپنی خودی کی نگہداشت کرے تو مرنے کے باوجود زندہ رہتا ہے یہ چاند ستارے اور کائنات فنا ہو جائیں گے لیکن خودی کا نشہ وہ ہے جو

لمعانها إلى الأبد۔

والذى تمكن من كمال ذاتيته ونضج إيمانه لا يخاف من الموت القادم۔ وقد أفهمنا "إقبال" مراراً أن ارتكاب أقبح الذنوب أساسه الخوف، ولا سيما خوف الموت۔ هذه الخشية ولا يتبعها من يأس وقنوط يسميها "أم الخبائث" وكثيراً ما وازن بين القلوب الفزعة المضطربة والقلوب الآمنة الثابتة، وبين أن الواثق بنفسه يهجم على الأسد كالمعز، والخائف يفر من الغزال كأن أسداً تعقبه۔ ولو لم تكن في قلوبنا شائبة الوجل لعبرنا البحر كأنه صحراء وأما الفزع فيرينا في كل موجة تمساحاً۔

يعلو على الموت من تسمو ارادته ۔۔۔ وفى عزيمته صدق وإيمان

عمر الكواكب محدود وأنت إلى ۔۔۔ غير انتهاء بكأس الخلد ريان

ابد تک نہیں اُترے گا

خودی جب پختہ ہو جائے تو موت سے پاک ہوتی ہے، جس نے اپنی خودی کو مستحکم کر لیا اُسے آنے والی موت کا کوئی ڈر نہیں ہوتا۔ اقبال نے بارہا یہ نکتہ سمجھایا ہے کہ انسان کی تمام بُرائیوں کی جڑ خوف اور خصوصاً موت کا خوف ہے۔ خوف اور اُس کی وجہ سے پیدا ہونے والی نا اُمیدی کو وہ "اُمّ الخبائث" کہتے ہیں۔ ڈر سے کانپنے والے اور نڈر دلوں کا اُنھوں نے اکثر مقابلہ کیا ہے، اور بتلایا ہے کہ نڈر انسان شیر کو بھی بکری سمجھ کر اُس کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور ڈرپوک شخص ہرن سے بھی ایسا بھاگتا ہے گویا شیر اُس کے تعاقب میں ہے۔ اگر ہمارے دل میں خوف کا کوئی شائبہ نہیں تو سمندر کو بھی ہم صحرا کی طرح بے کھٹکے پار کر سکتے ہیں لیکن اگر ہم خوف و ہراس سے مغلوب ہیں تو سمندر کی ہر موج میں ہم کو مگرمچھ دکھائی دیتا ہے۔

يَرَى الجَبَانُ غَزَالَ القَاعِ مُرْتَعِدًا ... كَأَنَّهُ أَسَدٌ فِي القَاعِ ضِرْغَامُ

وَالحُرُّ يَلْقَى أُسُودَ الغِيلِ مُبْتَسِمًا ... حَتَّى كَأَنَّ أُسُودَ الغِيلِ أَغْنَامُ

إِنَّ الشُّجَاعَ يَخُوضُ البَحْرَ مُقْتَحِمًا ... كَأَنَّمَا المَوْجُ أَزْهَارٌ وَأَدْوَاحُ

وَمَوْجَةُ النَّهْرِ فِي عَيْنِ الجَبَانِ بِهَا ... غُولٌ وَحُوتٌ وَتِنِّينٌ وَتِمْسَاحُ

هَلْ يَدْفَعُ الخَوْفُ آجَالًا مُخَطَّطَةً ... يَجْرِي عَلَى الخَلْقِ فِي أَحْكَامِهَا القَدَرُ

وَمَنْ زَكَتْ نَفْسُهُ بِالطُّهْرِ وَالتَمَسَتْ ... فَلَيْسَ يَلْحَقُهَا مِنْ مَوْتِهَا ضَرَرُ

ويقول:

المُؤْمِنُونَ عَلَى عِنَا ... يَةِ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونْ

لَا خَوْفَ يُفْزِعُهُمْ وَلَا ... هُمْ فِي الحَوَادِثِ يَحْزَنُونْ

لَوْ مَرَّ أَضْعَفُهُمْ عَلَى ... فِرْعَوْنَ يَجْتَزُّ الرُّؤُوسَا

لَأَرَاكَ فِي الإِفْصَاحِ هَا ... رُونًا وَفِي الإِيمَانِ مُوسَى

إِنِّي رَأَيْتُ الخَوْفَ فِي ... الدُّنْيَا عَدُوًّا لِلْعَمَلْ

دلِ بے باک را ضرغام رنگ است
دلِ ترسندہ را آہو پلنگ است

اگر بیمے نداری بحر صحرا است
اگر ترسی بہر موجش نہنگ است

ازاں مرگے کہ می آید چہ باک است
خودی چوں پختہ شد از مرگ پاک است

اقبال علیہ الرحمۃ بے خوف زندگی کی طرف ہمیں واپس لانا چاہتے ہیں، وہ خداوند کریم کا وعدہ یاد دلاتے ہیں کہ اللہ پر بھروسہ کرنے والوں کے لئے کوئی ڈر نہیں۔ جس کے دل میں ایمان کی قوت ہو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح فرعون سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ موت کا ڈر عمل کا دشمن ہے۔

هُوَ مُطْفِئٌ نُورَ الرَّجَا ءِ   وَسَالِبٌ كَنْزَ الْأَمَلْ

يَرْمِي الْإِرَادَةَ بِالتَّنَزُّ   زُلِ وَالْعَزِيمَةَ بِالْخَوَرْ

وَمَنِ احْتَوَاهُ الْخَوْفُ لَا   يَجْنِي مِنَ الرَّوْضِ الثَّمَرْ

الْمُؤْمِنُ الْوَثَّابُ تَعْـ   ـصِمُهُ مِنَ الْهَوْلِ السَّكِينَهْ

وَالْخَائِفُ الْهَيَّابُ يَغْـ   ـرَقُ وَهُوَ فِي ظِلِّ السَّفِينَهْ

تَلْقَاهُ عِنْدَ شَبَابِهِ   هَرِمًا قَدِ انْحَطَّتْ قُوَاهُ

وَتَعَثَّرَتْ قَدَمَاهُ   قَبْلَ الْخَطْوِ وَارْتَعَشَتْ يَدَاهُ

فِي السِّلْمِ قَبْلَ الْحَرْبِ مَسْـ   ـلُوبُ الشَّجَاعَةِ حَائِرُ

الصَّبْرُ عَنْهُ نَافِرٌ   وَاللُّبُّ مِنْهُ طَائِرُ

أَعْدَاؤُكُمْ يَخْشَوْنَ سَيْـ   ـفَ يَقِينِكُمْ قَبْلَ السُّيُوفْ

وَمُرَادُهُمْ أَنْ تَسْرَعُوا   بِالْخَوْفِ مِنْ قَبْلِ الْحُتُوفْ

حَتَّى تَرَوْا نَظَرَاتِهِمْ   مِثْلَ الْخَنَاجِرِ فِي الصُّدُورْ

یہ ڈر ہماری زندگی کے قافلے پر چھاپا مارتا ہے۔ اِس سے ہمارے محکم ارادے بھی متزلزل ہو جاتے ہیں، اور ہماری بلند ہمّت اندیشوں سے گِھر جاتی ہے۔ جب اِس ڈر کا بیج ہمارے مزرع دل میں بو دیا جاتا ہے تو زندگی کی نشوونما رُک جاتی ہے، اِس سے ہمارے دلوں میں لرزہ اور ہاتوں میں رعشہ پڑ جاتا ہے۔ ہمارے پاؤں سے طاقتِ رفتار اور ہمارے دماغ سے فکر کی قوت سلب ہو جاتی ہے۔

جب دشمن ہم کو خوف زدہ دیکھتے ہیں تو شاخِ گل کی طرح توڑ کر ہم کو باغ سے پھینک دیتے ہیں۔ اُن کی تلوار زیادہ قوت کے ساتھ ہمارے سر پر پڑتی ہے، اور اُن کی نگاہ خنجر کی طرح ہمارے سینہ میں در آتی ہے۔

وَهُنَاكَ يَقْتَطِفُوْنَكُمْ   مِنْ أَرْضِكُمْ قَطْفَ الزُّهُوْرْ

اَلْحِقْدُ وَالْكَذِبُ الصُّرَا   حُ وَكُلُّ مَكْرٍ أَوْ دَهَاءْ
وَالْيَأْسُ وَالْجُبْنُ الْمُذِلُّ   وَكُلُّ غِشٍّ وَالْتِوَاءْ
تِلْكَ الرَّذَائِلُ فِيْ شُعُوْ   بِ الْأَرْضِ أَبْوَابُ الْفَنَاءْ
لَوْلَا الْمَخَاوِفُ مَا سَمِعْ   نَا بِاسْمِهَا تَحْتَ السَّمَاءْ
اَلشِّرْكُ يَصْنَعُ مِنْ خُيُوْ   طِ الْخَوْفِ أَشْرَاكَ الْبَلَاءْ
لَوْلَاهُ لَمْ نَسْمَعْ بِكُفْ   رٍ أَوْ نِفَاقٍ أَوْ رِيَاءْ
اَلْمُؤْمِنُوْنَ لَهُمْ مِنَ الْ   مَوْلَى أَمَانُ الْأَوْلِيَاءْ
بَلَغُوا الْكَمَالَ فَهُمْ عَنِ الدُّ   نْيَا الْعَرِيْضَةِ أَغْنِيَاءْ

ثِقَةُ الْكَرِيْمِ بِنَفْسِهٖ   تَعْلُوْ بِهٖ فَوْقَ الزَّمَنْ
وَالْحُزْنُ سُمٌّ قَاتِلٌ   لَا تَشْرَبُوْا سُمَّ الْحَزَنْ
اَلْمَوْتُ وَالْحُرِّيَّةُ الشَّـ   ـمَّاءُ وَالشَّرَفُ الْمَكِيْنْ

ہمارے دل کی تمام بُرائیاں خوف کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ مکّاری، کینہ اور جھوٹ خوف کی فضا میں پرورش پاتے ہیں۔ خوف کے دامن میں ریاکاری اور فتنے پلتے ہیں۔ جس کسی نے دینِ الٰہی کے رمز کو پہچان لیا ہے وہی سمجھتا ہے کہ اصل شرک خوف میں مضمر ہے، اس لئے جو شخص شرک سے پاک ہونا چاہتا ہے اُس کو چاہیئے کہ خوف غیر اللہ اور خصوصاً خوفِ مرگ کو دل سے دُور کردے شانِ قلندری یہی ہے کہ ہم غمِ زندگی سے بے نیاز ہو جائیں ورنہ یہ غم ہماری جان کو زہر کی طرح کھا جاتا ہے۔

دمِ زندگی، رمِ زندگی، غمِ زندگی سمِ زندگی
غمِ رم نہ کر، سمِ غم نہ کھا کہ یہی ہے شانِ قلندری

هِيَ خَيْرُ مَا نَغْنَى بِهِ ... وَهِيَ الْغِنَى لِلْمُؤْمِنِيْنْ

أَمَّا الْمُفَضَّضُ وَالْمُذَهَّبُ ... وَالْمُفَوَّفُ وَالنَّضِيْبُدُ -

فَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا لِعُبَّا ... دِ الْحُطَامِ وَلِلْعَبِيْدُ

اَلْقَلْب المحيط بِأسرار الطَّبِيْعَةِ لَا يَأخذه هَلَعٌ" ولا يشك في أن وراء سكون الجسم محشر أَجَدِيَّدَ الْخُلود، وفي صمت اللَّيْل تكمن أحلامٌ لثورة الغد:

فِي سُكُوْنِ الْمَسَاءِ يَخْتَبِئُ الْفَجْرُ ... وَصَمْتِ الظَّلَامِ حُلْمُ النَّهَارِ

وَسُكُوْنُ الْقُبُوْرِ يُرَقِّبُ لِلْبَعْثِ ... قُدُوْمًا فِي مَوْكِبِ الْأَقْدَارِ

وعلامة المؤمن الحق أَن يَرضَى بحكم الْأَجَل، بَلْ يَتَسَامى إِلى أكثر من ذلك، فيرى في لقاء الله سَعَادة يتبسم لها كما ابتسمُ إِقبال" قبل مَوْتِهِ بهذه الكلمات:

ايَةُ الْمُؤْمِنِ أَن يَلْقَى الرَّدَى ... بَاسِمَ الثَّغْرِ سُرُوْرًا وَرِضًا

مردِ درویش کا سرمایہ ہے آزادیِ مرگ
ہے کسی اور کی خاطر یہ نصابِ زر و سیم

جو دِل رمزِ حقیقت سے آگاہ ہے اُس کو موت کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ رات کی یہ خاموشی ہنگامۂ فردا کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے۔

موت کی لیکن دلِ دانا کو کچھ پروا نہیں
شب کی خاموشی میں جُز ہنگامۂ فردا نہیں

مردِ حق کی نشانی یہ ہے کہ موت کا ہنسی خوشی استقبال کرے اس کا ثبوت اقبال علیہ الرحمہ نے خود اپنی مثال سے بھی دیا ہے، مرتے وقت اپنا یہ شعر اُن کی زبان پر تھا:۔

نشانِ مردِ حق دیگر چہ گویم   چو مرگ آید تبسّم بر لبِ اوست

لا أرى مؤمنا يخالجه الخو ... ف إذا أقبل القضاء عليه
يتلقى الردى بصبر جميل ... وابتسام الرضى على شفتيه

كان خالد بن الوليد يعرض عند موته أكثر من مائة وعشرين إصابة، وهو فخور بتلك الجروح، إلا أن فخره هذا كان ينقصه الاستشهاد - فإن عظيم النفس لا يموت موت الحشرات في مساربها، والأغنام في حظائرها، بل موت الأسود مناضلة عن عرينها - وقد كان "إقبال" يرثي أحد الذين ماتوا بعد أن خلد والأنفسهم ذكرى عاطرة تحت السماء، وكأنه يصف نفسه حينما قال:-

مات ولكن لم يمت ... فهو مخلد الثناء
له من الذكرى حياة ... لا يشوبها الفناء

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسّم بر لبِ اوست

یوں تو ہر قسم کی موت سے مرنا ممکن ہے لیکن ایک پختہ کار انسان کے لئے ایسی موت شایانِ شان نہیں، مرنا اس طرح چاہیئے کہ مرنے کے بعد بھی آسمان کے نیچے نام رہ جائے۔

نہ پنداری کہ مردِ امتحاں مرد
نمیرد گرچہ زیرِ آسماں مرد

إنْ شِئْتَ فَاحْيَ مِثْلَهُ قَبْلَ نِهَايَةِ الأَجَلْ
إِنَّ الحيَاةَ فِي الجِهَادِ وَالخُلُودَ لِلعَمَلْ

تَوَجَّهَتْ قَافِلَةٌ مِنْ قَوَافِلِ الحَجِيجِ مِنْ مَكَّةَ إِلَى المَدِينَةِ ففاجأها قُطّاع الطَّرِيقِ، فاستولى على رجال القافِلَةِ الرُّعبُ وسَقَطُوا فَرِيسَةَ النهب والسَّلْبِ، إلاّ فَتًى بخاريًّا صمد للموت، ولكنه نجا وسَار وَحِيدًا يناجي أَشْوَاقه إِلى المَدِينَةِ فكأَنَّ صدَاها هٰذِهِ الأَبْيَات:

هَلْ أَتَاكُم حَدِيثُ قافلة الحجّا ج إِذْ غالها عدوٌّ مُرِيدُ
فِي طَرِيقِ المَدِينَةِ انْتُهِبَ الرُّكْ بَانُ وَالمَنْزِلُ المرَادُ بَعِيدُ
يَسْأَلُ العَابِرُونَ عَنْ سَاحلِ الصَّ حْرَاءِ، وَالجَوُّ مُوحِشٌ عِرْبِيدُ
فَتَلَقَّتْهُمُ المَخَاوِفُ بالمَوْ تِ وَضَلَّتْ بِهِم فَيَافٍ وَبِيدُ

ترا شاہاں چنیں مرگ است ورنہ

زہر مرگے کہ خواہی می تواں مُرد

حج بیت اللہ سے فارغ ہوکر ایک قافلہ مدینہ منورہ کی زیارت کو جا رہا تھا کہ وہ راستے میں رہزنوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایک زائر کے سوا باقی تمام شریکِ قافلہ قتل ہو جاتے ہیں۔ اِس مردِ صادق کے تاثرات آپ بھی سُن لیجئے، جو اس حادثے کے باوجود تنِ تنہا یثرب کی طرف چلا جاتا ہے:

قافلہ لُوٹا گیا صحرا میں اور منزل ہے دُور

اِس بیاباں، یعنی بحرِ خشک کا ساحل ہے دُور

ہم سفر میرے شکارِ دشنۂ رہزن ہوئے

بچ گئے جو، ہو کے بیدل سوئے بیت اللہ پھرے

غَيْرَ ذَاكَ الْفَتَى الْبُخَارِيِّ لَمْ يَبْرَحْهُ إِيمَانُ قَلْبِهِ الْوَثَّابِ
يَتَمَنَّى فِي الشَّوْقِ سُمَّ الْمَنَايَا كَتَمَنِّي الظَّمْآنِ بَرْدَ الشَّرَابِ

مِلْءُ جَنْبَيْهِ لِلْمَدِينَةِ شَوْقٌ يَتَغَنَّى بِنَشْوَةِ التَّوْحِيدِ
وَيَرَى الْخَنْجَرَ الْمُصَوَّبَ بِالْـ مَوْتِ إِلَى صَدْرِهِ هِلَالَ الْعِيدِ

كَانَ خَوْفُ الرَّدَى يَقُولُ لَهُ ارْجِعْ وَيَقُولُ الْإِيمَانُ سِرْ فِي أَمَانِ
وَمَضَى آمِنًا وَحَلَّ كَرِيمًا وَتَلَقَّتْهُ رَوْضَةُ الرِّضْوَانِ

قَدْ يَسِيرُ الْحَجِيجُ فِي الْمَحْمَلِ الشَّاهِيِّ فِي مَأْمَنٍ مِنَ الْأَخْطَارِ
وَنَعِيمُ الْأَشْوَاقِ يَعْرِفُهُ مَنْ ذَاقَ مُرَّ الْأَخْطَارِ بَيْنَ الْقِفَارِ

يَخْسَرُ الْعَقْلُ نُورَهُ حِينَ يَأْوِي قَانِعًا بِالْهَوَانِ خَوْفَ الْخَسَارَةْ
إِنَّ فِي لَذَّةِ الْمَتَاعِبِ رِبْحًا مَعْنَوِيًّا يَفُوقُ رِبْحَ التِّجَارَةْ

كُلُّ أُمَّةٍ عَظِيمَةٍ لَمْ تَكْتَسِبْ عَظَمَتَهَا إِلَّا بِالتَّضْحِيَّاتِ وَالدِّمَاءِ الْغَالِيَةِ. فَاسْمَعْ "إِقْبَالاً" يُبَيِّنُ لَنَا أَنَّ دِيبَاجَةَ الْكَعْبَةِ مُخَضَّبَةٌ

اُس بخاری نوجوان نے کس خوشی سے جان دی موت کے زہراب میں پائی ہے اُس نے زندگی

خنجرِ رہزن اُسے گویا ہلالِ عید تھا

"ہائے یثرب" دل میں، لب پر نعرۂ توحید تھا

خوف کہتا ہے کہ "یثرب کی طرف تنہا نہ چل"

شوق کہتا ہے کہ "تو مُسلم ہے بے باکانہ چل"

خوفِ جاں رکھتا نہیں کچھ دشت پیمائے حجاز ہجرتِ مدفونِ یثرب میں یہی مخفی ہے راز

گو سلامت محملِ شاہی کی ہمراہی میں ہے

عشق کی لذّت مگر خطروں کی جانکاہی میں ہے

آہ! یہ عقلِ زیاں اندیش کیا چالاک ہے!

اور تاثر آدمی کا کس قدر بے باک ہے!

کوئی قوم اُس وقت تک زندہ نہیں رہتی اور معرکۂ حیات میں نہیں پنپ سکتی جب تک کم از کم اُس کے ممتاز ترین افراد میں

باللّوْنِ الْأَحْمَر. فهى قصّة تبدَأُ بالدم وتنتهى به. بدأت أولًا باسماعيل الّذى أراد أن يضحّى نفسه في مقام التسليم لله والطاعة لأبيه. فهى قصّة دامية وإن لَمْ تُرَق فيها الدّماء؛ وكذلك انتهت بذكرى الحسين بن علىّ التى جاءت إلى الحرم تقطر دمًا من كربلاء:

فِي الْكَعْبَةِ الْعَلْيَا وَقِصَّتِهَا
نَبَأٌ يَفِيضُ دَمًا عَلَى الْحَجَرِ
بَدَأَتْ بِإِسْمَاعِيلَ عِبْرَتُهَا
وَدَمُ الْحُسَيْنِ نِهَايَةُ الْعِبَرْ

إن إرواء شَجَرَةِ الْقَوْمِيّة لايكون من ماءِ البحر، بل من دمَاءِ صدور الأبطال. وشرف الملّة يَتلألأ في ذلك الجام الذى امتلأ بدم الشهداء:

جاں نثاری اور سرفروشی کا جذبہ اس قدر نہ ہو کہ وہ قوم کی خاطر ہر قسم کے ایثار و قربانی کے لئے تیار ہو جائیں۔ اقبال کے نزدیک ساری داستانِ حرم صرف اس قدر ہے کہ اس کا دیباچہ تذکرۂ اسمٰعیل ہے جو خدا کی بارگاہ میں اور اُس کے حکم پر اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ اور اس کا خاتمہ ذکر حسینؑ ہے جنھوں نے حق و صداقت کے لئے اپنا سب کچھ نثار کر دیا۔

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اُس کی حُسینؑ، ابتدا ہے اسماعیلؑ

قوم کے پودے کی آبیاری دریا کے پانی سے نہیں بلکہ اُس خون سے ہوتی ہے جو شہیدوں کے سینہ سے نکلتا ہے۔ ملت کی آبرو اُس پیالے میں جھلکتی ہے جس میں خونِ شہدا بھرا ہوا ہو، یہ خون قدر و قیمت میں حرم سے بڑھکر ہوتا ہے، اس لئے اقبالؒ شہیدوں

إِرْفَعُوا الوَرْدَ وَالشقائِقَ إِكْ لِيلَ ثَنَاءٍ عَلَى ضَرِيحِ الشَّهِيدِ
ذَاكَ لَوْنُ الدَّمِ الَّذِى أَنْبَتَ المجْـ ـدَ وَرَوَّى بِهِ حَيَاةَ الخُلُودِ

كانت إحدى بَنَات العرب واسمها فاطمة تَسْقِي الغُزَاةَ مَاءً فى حرب طرابلس، ثُمّ اُسْتُشْهِدَتْ فهو يُلَقب هٰذِهِ المُجَاهِدَة بلاسَيْف وترس "شرف أُمَّةِ الإسلام" وكانت عَيْنُه تسكب دُمُوعَ الشعر فى هذه الحادثة، ولكن مأتمها الحزين كان يبعث ايضًا سحر النّشيد. فِي البستان الذى أذبلت عواصف الخريف أغصانه عادت إحدى البراعم الساقطة فنمت وفتّحت زهرا الجميل بعد أن ظُنّ أنها جفّت وماتت:

فِي ثَنَايَا الوِدْيَانِ تَخْتَبِئُ الغُدْ رَانُ خَلْفَ الشِّعَابِ مُخْتَفِيَاتٍ
وَالبُرُوقُ اللَّوَامِعُ اسْتَتَرَتْ خَلْفَ ضَبَابِ السَّحَائِبِ المُمْطِرَاتِ

کی تربت پر لالہ کے پھول نچھاور کرتے ہیں :-

سیر خاکِ شہیدے برگ ہائے لالہ می پاشم   کہ خونش با نہالِ ملتِ ما ساز گار آمد

عرب کی ایک لڑکی فاطمہ طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہوئی - تو اُس بے تیغ و سپر جہاد کرنے والی کو وہ "آبروئے اُمتِ مرحومہ" کا لقب دیتے ہیں. اگرچہ فاطمہ کے غم میں اُن کی آنکھ آنسو بہا رہی ہے لیکن اُن کے نالۂ ماتم میں نغمۂ عشرت بھی موجود ہے، کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ جس باغ کو خزاں نے اُجاڑ دیا تھا، اور جس کے متعلق یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ اس میں اب کوئی پھول کھِل نہیں سکتا اُس میں ایسی کلی بھی موجود تھی - جس راکھ کو مدت سے افسردہ سمجھا جا رہا تھا اُس میں ابھی ایسی چنگاریاں بھی باقی ہیں، جن بادلوں کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ وہ مدّت ہوئی برس چکے اُن میں ابھی بجلیاں سو رہی ہیں ؎

اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں   بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں

وبعد أن كشف في جملة أشعاره تلك الحقائق الجليلة بَيَّنَ أيضًا أسرار المَوْت والحياة في كتابه "جاويد نامه" على لسان المَلِك الشهيد "تِيبُو" الذي نُسمع قصته "نهر كاويري". حيث يُوَضِّحُ أن الحَيَاة أصل الحقيقة، وأن المَوْت خدعة عارضة. وأن الحَيَاة محرّمة على الأذلّاء الذين استعبدهم خوفُ المَوْت:

إنَّ الجبَانَ يَمُوتُ فِي أَوْهَامِهِ
حَذَرَ المَمَاتِ وَخَوفُهُ يُفْنِيهِ
وَالحُرُّ تُسْعِدُهُ المَوَاطِنُ كُلُّهَا
بِالعَيْشِ حَتَّى مَوْتُهُ يُحْيِيهِ
وَأَرَى المَنَايَا كَالحَيَاةِ تَفَاوَتَتْ
فِي سُوقِهَا الأَقْدَارُ وَالأَرْوَاحُ

اِن مختلف طریقوں سے موت کے راز کو فاش کرنے کے بعد زندگی اور موت کی حقیقت "جاوید نامہ" میں سلطان شہید ٹیپو کی زبانی دریائے "کاویری" کو سنائی ہے۔ زندگی اصل حقیقت ہے، موت ایک فریب اور دھوکا ہے۔ غلام کی موت کے خوف سے زندگی حرام ہو جاتی ہے، لیکن بندۂ آزاد کے لئے موت ایک لمحہ سے زیادہ نہیں، موت سے اُسکو نئی زندگی ملتی ہے۔ اگرچہ ہر موت مومن کے لئے خوش آیند ہے، لیکن حسین ابن علیؑ کی موت کچھ اور ہی شان رکھتی ہے :

ہر زماں میرد غلام از بیمِ مرگ زندگی اورا حرام از بیمِ مرگ

بندۂ آزاد را شانے دِگر

مرگ اورا می دہد جانے دِگر

گرچہ ہر مرگ است بر مومن شکر

مرگِ پورِ مرتضیٰؑ چیزے دِگر

لَا يَسْتَوِي قَتْلُ الْحُسَيْنِ وَغَيْرِهِ
هَلْ يَسْتَوِي الْمِصْبَاحُ وَالْإِصْبَاحُ

ليس الموت إلا اسمًا لحياة الذلّة؛ وفقد الرؤوس في النضال مع الشرف لا يقلّ قيمة عن البقاء الدائم. فلحظةٌ من عمر الأسد خيرٌ من حياة الشاة مائة عامٍ.

الْعُمْرُ لَا يُقَاسُ بِالْأَعْوَامِ   وَالْعَقْلُ لَا يُقَاسُ بِالْأَجْسَامِ
وَالْيَوْمُ مِنْ عُمْرِ أُسُودِ الْأَجَمِ   بِأَلْفِ عَامٍ مِنْ حَيَاةِ الْغَنَمِ

اَلْخِضْرُ قَدْ قَالَ لَهُ الْإِسْكَنْدَرُ
مَقَالَةً عَلَى الزَّمَانِ تُؤْثَرُ

عِشْ سَاعَةً فِي لُجِّ الْبِحَارِ   وَمُتْ شَهِيدَ الْمَوْجِ وَالتَّيَّارِ
وَلَا تَعِشْ دَهْرًا كَعَيْشِ الْخَامِلِ   مُقَيَّدًا بَيْنَ صُخُورِ السَّاحِلِ
اَلْمَوْتُ فِي الْوَغَى وَفِي الْمَيْدَانِ   وَلَا حَيَاةُ الْأَسْرِ وَالْهَوَانِ

(کس نداند جُز شہید ایں نکتہ را
کو بخونِ خود خرید ایں نکتہ را)

غرض موت صرف بے غیرتی کی زندگی کا نام ہے، عزّت اور آبرو کی زندگی میں سر کھونا ہی بقائے دوام سے کم نہیں بشیر کی زندگی کا ایک لمحہ بکری کی عمر کے سو سال سے زیادہ ہے، سمندر کی موجوں سے ایک گھڑی مقابلہ کرنا اور اس مقابلے میں فنا ہو جانا ہزار برس ساحل پر آرام کی زندگی سے خوشتر ہے۔

زندگی را چیست رسم و دین کیش؟ یک دمِ شیرے بہ از صد سال میش

سکندر با خضر خوش نکتہ گفت
شریکِ سوز و ساز بحر و بر شو
تو ایں جنگ از کنارِ عرصہ بینی
بمیر اندر نبرد و زندہ تر شو

ليست قيمة الحَيَاة بقِصَرِهَا أو بطُولها، ولكن قيمتها في أعمالها، وَلَذّتها فِي جهادهَا. فالفَرَاشُ يبذل الحَيَاة رَخِيْصَة فِي لذة لمحة يطوف بها حوْل السّراج حتى يَفنى في نارِه المُتَوَهِّجة:

رَأَيْتُ الفَرَاشَةَ حَوْلَ السِّرَاجِ تَحُوْمُ عَلَى نَارِهِ بِالْجَنَاحْ
فَحَاوَلْتُ إِنْقَاذَهَا فَانْثَنَتْ تُعَاتِبُنِي فِي مَقَالٍ صُرَاحْ

هَبُوْنِي مِنْ دَهْرِكُمْ لَحْظَةً أَمُوْجُ بِهَا فِي اللَّهِيْبِ اضْطِرَابَا
أَنَالُ بِهَا شَرَفًا فِي الجِهَادِ وَأُصْبِحُ مِنْ بَعْدِ هٰذَا تُرَابَا

أُحِبُّ احْتِرَاقِي بِنَارِ اشْتِيَاقِي وَلَا أَرْتَضِي عِيْشَةَ الخَامِلِيْنْ
فَنَاءُ الفَرَاشَةِ فِي النَّارِ يَعْلُو حَيَاةَ الجَبَانِ طِوَالَ السِّنِيْنْ

زندگی چاہے مختصر ہو لیکن کام کی ہو، خضر کو اپنی عمر دراز میں زندگی کی کوئی لذت حاصل نہیں، لیکن پروانہ کو ایک پل بھر شمع کے گرد طواف کرنے میں حقیقی سُرور نصیب ہوتا ہے۔ اسی طرح اگرچہ ہماری دُنیوی زندگی صرف ایک دو لمحہ رہیگی لیکن ہمیں تب و تاب جاودانہ حاصل ہوگا۔ کام زیادہ اور وقت تھوڑا ہے،

شنیدم در عدم پروانہ می گفت
دمے از زندگی تاب و تبم بخش

پریشاں کن سحر خاکسترم را
ولیکن سوز و ساز یک شبم بخش

شرر پریدہ رنگم مگذر ز جلوۂ من
کہ بتاب یک دو آنے تب جاودانہ دارم

الأَعمال كَثِيرة والأَوقات قصيرة. لَا يهُمّنا أن نعيش طويلًا، ولكن يهُمّنا أن نعمل عملاً جليلًا. إنّ الأَحيَاء الحقيقيين هم الّذين جاهدوا، وهم الّذين صوّر لنا جهادهم "إقبال" وضرب لنا منهم الأمثال. ووقف "إقبال" على قبر نابليون وقفة المستعبر، مُفكّرًا يقول: إنّ هذا وإن نام في راحة الأَبد، ولكن لا يزال أمام أعيُنِنا ذلك الوقت الذي زَلزَلَ فِيْهِ العَالم، ثمّ يكشف أسرار المَوْت والحياة وهو قائم على ذلك القبر، ويترك لنا رسالة الحَيَاة والعمل يقول لنا إنّ الدّنيا لحظةٌ أو لحظتان، وبعدها نوم القبر الطويل في منازل الصامتين، فارم سَهمك الى قبّة الفلك :-

إذا كانَتِ الأَقدَارُ سِرًّا مُحجّبًا فَإنّ جِهَادَ الحُرِّ يَجلُو لَنَا القَدَرْ
جِهَادُ الفَتَى يَعلُو بِهِ فَوقَ قَدرِهِ وَفَوقَ الأَمَانِي وَالمَوَاهِبِ وَالفِكَرْ

کام بھاری اور وقت سُبک پا ہے، ہماری زندگی پا بر کاب ہے، فرصتِ عمل دم بھر سے زیادہ نہیں اس لئے جو کچھ کرنا ہے ابھی کرنا چاہیئے۔

نپولین کے مزار پر کھڑے ہوئے اقبال سوچتے ہیں، کہ اگرچہ اب یہ آرام سے سو رہا ہے لیکن ایک وقت وہ تھا کہ اُس نے دنیا میں ہلچل مچا دی تھی۔ اس مزار پر کھڑے ہوئے وہ موت کا راز کھول کر بیان کرتے ہیں، اور ہمارے لئے زندگی اور عمل کا پیغام چھوڑ جاتے ہیں۔

راز ہے، راز ہے تقدیرِ جہانِ تگ و تاز
جوشِ کردار سے کھُل جاتے ہیں تقدیر کے راز

لقد بلغ الإسكندر القمة التي — يقصر عن أدنى مواقعها الصقر
رأى جبل الألوند أسياف جيشه — فأذعن حتى ذاب من رعبه الصخر

وتيمور بين الفاتحين مضت له — وقائع لم يسمع بهن زمان
يمزق شمل السهل والوعر جيشه — كما انساب في شلاله فيضان

بنور الجهاد الحي سار محمد — بجيش على راياته الفوز إكليل
يكبر جند الله حول ركابه — فيهتف بالبشرى وبالنصر جبريل

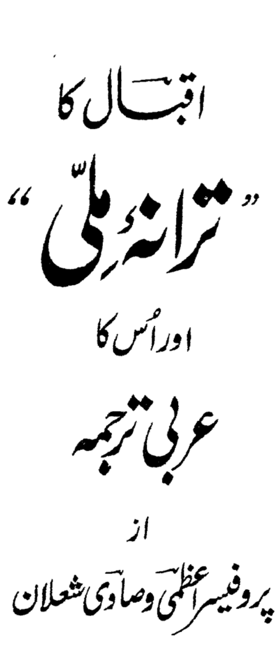
أرى فرصة الأعمال ومضة بارق — يضيء سناها لمحة ويزول
إلى الفوز جاهد ما استطعت ولا تنم — ففي القبر نوم بعد ذاك طويل

منازل وادي الصامتين على البلى — ستبقى بها حتى النشور مقيما
إذا العزم نادى فارم سهمك صاعدا — على قبة الأفلاك وامض عظيما

(انتهى)

جوشِ کردار سے شمشیرِ سکندر کا طلوع
کوہ الوند ہوا جس کی حرارت سے گداز
جوشِ کردار سے تیمور کا سیلِ ہمہ گیر
سیل کے سامنے کیا شے ہے نشیب اور فراز
صفِ جنگاہ میں مردانِ خدا کی تکبیر
جوشِ کردار سے بنتی ہے خدا کی آواز
ہے مگر فرصتِ کردار نفس یا دو نفس
عوضِ یک دو نفس قبر کی شب ہائے دراز
"عاقبت منزلِ ما وادیِ خاموشان است
حالیا! غلغلہ در گنبدِ افلاک انداز"

ختم شد



اقبال کا

"ترانۂ ملّی"

اور اُس کا

عربی ترجمہ

از

پروفیسر اعظمی وصاوی شعلان

النَّشِيدُ الإِسْلَامِيُّ

"نَشِيدُ جماعة الاخوّة الإسلاميّة - بمصر"

الصِّينُ لنا والعُرْبُ لنا والهِندُ لنا والكُلُّ لنا

أضحى الإسلامُ لنا دِينًا وجميع الكون لنا وَطَنا

توحيدُ اللهِ لنا نُورٌ أَعْدَدْنا الرُّوحَ لهُ سَكَنا

الكونُ يزولُ ولا تُمحى في الدّهرِ صَحائِفُ سُؤْدَدِنا

بُنِيَتْ في الأرضِ مَعابِدُها والبيتُ الأوّلُ كَعبتُنا

هُوَ أوّلُ بيتٍ نَحفظُهُ بِحياةِ الرُّوحِ ويَحفظُنا.

في ظِلِّ السَّيفِ تَرَبَّيْنا وبَنَيْنا العِزَّ لِدَوْلَتِنا

عَلَمُ الإسلامِ على الأيّام شِعارُ المَجدِ لِمِلَّتِنا

بِهِلالِ النَّصرِ يُضِيءُ لنا ويُمثِّلُ خِنجرُ سَطوتِنا

قُولوا لِسَماءِ الكَونِ لَقَدْ طاولنا النَّجمَ بِرِفعتِنا

اسلامی نشید

(جو جماعت الاخوۃ الاسلامیۃ مصر کا خاص ترانہ ہے)

چین و عرب ہمارا، ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا
توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا
تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

يَا دَهْرُ لَقَدْ جَرَّبْتَ عَلَى　　نِيرَانِ الشِّدَّةِ عَزْمَتَنَا
طُوفَانُ الْبَاطِلِ لَمْ يُغْرِقْ　　فِي الْخَوْفِ سَفِينَةَ قُوَّتِنَا
يَا ظِلَّ حَدَائِقِ أُنْدُلُسٍ　　أَنَسِيتَ مَغَانِي عِشْرَتِنَا
وَعَلَى أَغْصَانِكَ أَوْكَارٌ　　عُمِرَتْ بِطَلَائِعِ نَشْأَتِنَا
يَا دِجْلَةُ هَلْ سَجَّلْتِ عَلَى　　شَطَّيْكِ مَآثِرَ عِزَّتِنَا
أَمْوَاجُكِ تَرْوِي لِلدُّنْيَا　　وَتُعِيدُ جَوَاهِرَ سِيرَتِنَا
يَا أَرْضَ النُّورِ مِنَ الْحَرَمَيْنِ　　وَيَا مِيلَادَ شَرِيعَتِنَا
رَوْضُ الْإِسْلَامِ وَدَوْحَتُهُ　　فِي أَرْضِكِ رَوَّاهَا دَمُنَا
وَمُحَمَّدٌ كَانَ أَمِيرَ الرَّكْبِ　　يَقُودُ الْفَوْزَ لِنُصْرَتِنَا
إِنَّ اسْمَ مُحَمَّدٍ الْهَادِي　　رُوحُ الْآمَالِ لِنَهْضَتِنَا
دَوَّتْ أُنْشُودَةُ إِقْبَالٍ　　جَرَسًا أَيْقَظَ فِيهِ الزَّمَنَا
لِيُعِيدَ قَوَافِلَنَا الْأُولَى　　فِي الْمَجْدِ وَيَبْعَثَ أُمَّتَنَا

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سَو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا
اے گلستانِ اُندلس! وہ دن ہیں یاد تجھکو
تھا تیری ڈالیوں میں جب آشیاں ہمارا
اے موجِ دجلہ! تو بھی پہچانتی ہے ہم کو؟
اب تک ہے تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا
اے ارضِ پاک! تیری حرمت پہ کٹ مرے ہم
ہے خوں تری رگوں میں ابتک رواں ہمارا
سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اِس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا
اقبال کا ترانہ بانگِ درا ہے گویا
ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

نَشِيدُ الأُخُوَّةِ الإِسْلَامِيَّةِ

بِنُورِ الوِئَامِ وَبُشْرَى الإِخَاءْ — نَزُفُّ إِلَى المُسْلِمِينَ النِّدَاءْ

هَلُمُّوا جَمِيعًا فَرَبُّ السَّمَاءْ — بِتَوْحِيدِهِ وَحَّدَ المُسْلِمِينْ

أُخُوَّتُنَا بَيْنَ كُلِّ القُلُوبْ — كَقِبْلَتِنَا فِي جَمِيعِ الشُّعُوبْ

تَلَاقَى الشَّمَالُ بِهَا وَالجَنُوبْ — مَعَ الشَّرْقِ وَالغَرْبِ فِي كُلِّ حِينْ

تُوَحِّدُنَا فِي الصُّفُوفِ الصَّلَاةْ — وَتَجْمَعُنَا فِي الجِهَادِ الحَيَاةْ

إِلَى الاِتِّحَادِ دَعَانَا الإِلٰهْ — لِإِنْشَاءِ دُنْيَا وَإِعْلَاءِ دِينْ

بِمِصْرَ وَإِيرَانَ رَمْزُ الوَفَاءْ — لِدِينٍ بِهِ كُلُّنَا أَقْرِبَاءْ

تَسَامى بِهِ فِى الحَياة الإِخَاءُ — لِعُرْبٍ وَتُرْكٍ وَهِنْدٍ وَصِيْنْ

لَقَدْ خَلَّدَ الدِّيْنُ فِيْنَا مِثَالًا — نَزِيْدُ بِهِ أُلْفَةً وَاتِّصَالًا

فَآخَى صُهَيْبًا وَآوَى بِلَالًا — وَنَادَى بِسَلْمَانَ فِى الْأَقْرَبِيْنْ

حَيَاةُ الْأُخُوَّةِ مَجْدٌ رَفِيْعٌ — وَعَيْشُ التَّفَرُّقِ مَوْتٌ سَرِيْعٌ

لِدِيْنِ الجَمَاعَةِ نَادُوا الجَمِيْعُ — وَعِيْشُوْا بِإِيْمَانِكُمْ أَجْمَعِيْنْ

بَنَيْنَا الإِخَاءَ لِكُلِّ الدِّيَارْ — عَلَى أُلْفَةٍ أَيْنَعَتْ بِالْفَخَارْ

كَمَا يَنْظِمُ الرَّوْضُ كُلَّ الثِّمَارْ — كَمَا تَجْمَعُ الْجَنَّةُ الْمُتَّقِيْنْ

فَهَيَّا ارْفَعُوا لِلْإِخَاءِ الْعَلَمْ — وَسِيْرُوْا بِهِ جَبْهَةً فِى الْأُمَمْ

بِصَفْوِ التَّآخِى وَصِدْقِ الهِمَمْ — نُعِيْدُ السَّلَامَ إِلَى الْعَالَمِيْنْ

الكتاب الثاني
في
الإقباليّات

للدكتور العلامة الأستاذ عبد الوهاب عزّام المصري
الأستاذ بالجامعة المصرية
ورئيس جماعة الأخوة الإسلامية بمصر

تعارف

ڈاکٹر عبد الوہاب عزام صاحب مصر میں علم دوست نوجوانوں کے ہر دلعزیز قائد اور مشرقیات کے دلدادہ اور ماہر ہیں۔ آپ نے عربی تعلیم دار العلوم العلیا میں پائی اور وہیں قرآن مجید کو حفظ کیا۔ آخر میں ڈاکٹری کی سند جامعۂ مصریہ سے لی، اور اس سلسلہ میں شاہ نامہ کا عربی ترجمہ پیش کیا۔ اور ایم۔ اے کی ڈگری انگلستان سے لیکر لندن میں مصری سفارت خانہ کے پانچ سال تک پیش امام رہے۔ واپسی پر جامعۂ مصریہ میں پروفیسر مقرر ہوئے، اور شعبۂ مشرقیات کے صدر رہے، اور آج کل ازہر یونیورسٹی کے مشہور ادبی کالج كلية اللغة العربية کے پرنسپل یا عمید ہیں۔

آپ مرکزی اخوت اسلامیہ قاہرہ کے صدر اور صاحب المعالی عبد الرحمٰن عزّام بک جنرل سکریٹری عرب لیگ کے حقیقی بھتیجے ہیں۔ انگریزی وغیرہ کے علاوہ فارسی اور ترکی میں پوری مہارت رکھتے ہیں، اور اہل زبان کی طرح گفتگو کرتے ہیں؛ اردو بھی پڑھ لیتے ہیں، اور علامۂ اقبالؒ سے تبادلۂ خیال بھی کر چکے ہیں۔ اور سب سے پہلے علامۂ اقبالؒ کے متعلق آپ ہی نے مضامین شائع کر کے مصریوں سے متعارف کرایا۔

محمّد إقبال

شاعر الاسلام وفيلسوفه

ذلك نص المحاضرة التي ألقاها الدكتور عبد الوهاب عزام بدعوة من جماعة الاخوة الاسلامية في دار الشبان المسلمين يوم حفلة التأبين للمغفور له محمد اقبال . وقد سمعها كثير من رجال الاقطار الاسلامية في مصر ونشرت في مجلة الرسالة سنة ١٩٣٨ م)

ينتسب اقبال الى أسرة قديمة برهميّة دخلت في الاسلام منذ ثلاثة قرون . وكانت تقيم في كشمير، ثم اضطرتها الحادثات أن تهاجر الى البنجاب . واستقربيت إقبال في سيالكوت من إقليم البنجاب حيث ولد سنة ١٨٧٦ ؛ وبدأ تعليمه في هذا البلد وظهرت فيه مخايل النبوغ، وكان يسبق أقرانه ويظفر بمكافآت الحكومة التي تمنحها النابغين من التلاميذ وفي

سيالكوت درس الأدب الفارسيّ والعربيّ على مير حسن أحد الأدباء النابهين.

ثم انتقل الشاب النجيب الى لاهور فدخل كلية الحكومة ولقي بها السير توماس آرنولد فأخذ عنه الفلسفة وقد سمعت الأستاذ آرنولد يفتخر بأن إقبالا تلميذ له. وأتمّ إقبال دراسته متفوقا فائزا بالجوائز الكثيرة. ثم نصب مدرّسا للفلسفة في الكلّية الشرقية بلاهور.

وقد شدا إقبال الشعر وهو تلميذ فانتظر الأُدباء منه شاعراً عظيمًا. وفي سنة ١٩٠٥ سافر الى أوربا فدرس في كمبردج ثم في ميونخ حيث نال درجة دكتور في الفلسفة. وكان في أوربا مثال الجدّ والمثابرة وموضع ثقة أساتذته. وقد استخلفه أستاذه آرنولد حينما غاب عن كمبردج شهورًا. ولم ينس في أوربا أن

يُدافع عن الاسلام ويبيّن مزاياه. فألقى فى انكلترا محاضرات فى هذا الموضوع.

ورجع الدكتور إقبال الى الهند سنة ١٩٠٨ فأحسن قومه استقباله راجين فيه خيراً لأُمته ودينه. وعمل فى المحاماة واستعانه المسلمون فى كثير من شؤونهم. وما زال يزداد مكانه فى السّياسة والأدب حتى بلغ ما بلغ من المجد وذاع صيته فى الهند وغيرها. ولا يتسع المجال لتفصيل الكلام فى تاريخه وسياحته فى الهند والافغانستان وفى الاندلس و أوربا وذهابه الى مصر والقدس. بدأ إقبال نظمه فى اللغة الأوردية فنشر فى الصحف وأنشد فى المجامع قطعاً كثيرة جمعها بعد فى ديوانه الذى سمّاه "بانكِ درا" أى "صَوت الجرس" ففى هذا الديوان أول أَشعاره، ولكنه لم يكن أول دواوينه

انتشاراً - وهذه كتب إقبال على ترتيب نشرها :-

١- أسرارخودی ٦ - جاوید نامه

٢ - رموزبی خودی ٧ - مسافر

٣ - بانك درا ٨ - ضرب کلیم

٤ - پیام مشرق ٩ - بال جبریل

٥ - زبور عجم

وقدمات وهو ينظم : ارمغان حجاز

ومن هذه المنظومات التسع ثلاث في "اللغة الأوردية" هي

بانك درا ' وضرب کلیم ' وبال جبریل والأخريات في الفارسيّة

وله غير ذلك مؤلفان باللغة الانكليزية، الأوّل تطور ما

وراء الطبيعة في فارس ' والثاني : محاضرات حاول فيها أن يبني

العقائد الاسلامية على فلسفة جديدة وجعل عنوانها :

إصلاح الأفكار الدينيّة الاسلاميّة.

فأمّا منظوماته: بانك درا، وزبور عجم وضرب كليم، فقد ضمّنها قطعاً كثيرة تبين عن مناح كثيرة من فلسفته وعواطفه وتناول فيها العالم والانسان والأخلاق، ويحاول جهده ايقاظ الشرقيين عامةً والمسلمين خاصة، وتبصيرهم بطرائق الحياة واشعال الحماسة والغيرة والاقدام فيهم.

وأما منظومتاه الصغيرتان: مسافر وبال جبريل فقد سجل في الأولى ما أثارته في نفسه زيارة أفغانستان اذ دعاه ملكها المرحوم نادرشاه هو وبعض مفكري الهند ليستشيرهم في إنشاءِ جامعة في كابل، وفي الثانية مشاهده في بلاد الاندلس

وأما جاويدنامه فهي رحلة في الأفلاك، دليله فيها جلال الدين الرومي لقي بها عظماء المسلمين من ملوك وأدباء

وعلماء ومنهم بعض رجال العصر - كالسيد جمال الدين الأفغانی وسعید حلیم باشا ومهدی السودان وقد سمّاها باسم أحد أنجاله جاوید وأراد بها بناء جيل جديد.

وأمّا پیام مشرق فقد جعله جوابًا للشاعر الألمانی الكبير "جوته" عن ديوان الغرب الذی أسف فيه لما أصاب المدنيّة الغربيّة وتمنّى أن يمدها المشرق بعقائده وعواطفه وإذا عبرنا هذين الكتابين عرفنا فلسفة إقبال وآراءه ومذاهبه في الحياة وخياله وفنه في الأدب.

نشر پیام مشرق سنة ١٩٢٣ وكتب على صفحته عنوانه: "ولله المشرق والمغرب" وكتب تحت اسم الكتاب "في جواب الشاعر الألمانی جوته" والديوان أقسام:

الأول: لاله طور: أی شقائق الطور وفيه ١٦٣ رباعية.

والثانی : أفكار، وفيه عناوين مختلفة مثل الوردة الأولى

لتسخير الفطرة وهي محاورة بين آدم وابليس، فصل الربيع

الحياة الخالدة، أفكار النجوم، محاورة العلم والعقل، الحكمة

والشعر، قطرة ماء، العبودية -

والثالث : مى باقى - أى الخمر الباقية، وهى قطع متشابهة فيها

نزعة التصوف ممزوجة بفلسفة الحياة -

والرابع : نقش فرنگ، وفي هذا القسم تكلم عن عظماء

الفلاسفة والشعراء فى أوربا ويبيّن رأيه فيهم

وهذه أمثلة من شعر إقبال فى هذا الديوان بعد أن

تذهب الترجمة النثرية بكثير من جمالها ورونقها

الحياة

بكى سحاب الربيع فى جنح الليل فقال : هذه الحياة بكاء

مستمر فتلألأ البرق الخاطف:

قد أخطأت! إنها لمحات من الضحك. ليت شعرى من روى لبستان هذا الحديث فهو حوار مستمر بين الندى والورد.

اليراعة

سمعت اليراعة تقول: لست كالنملة ينال الناس شرها؛ ولست كالفراشة تصطلى بنار غيرها- أنا أشتعل بنفسى ولا أحمل لأحد منًّا.

اذا صار الليل أحلك من عين الظبى أنرت بنفسى لنفسى الطريق

الحقيقة

قالت العقاب بعيدة النظر للعنقاء: ان الذى تدركه عينى سراب. أجابت العنقاء: أنتِ ترين ذلك، ولكنى أعلم

أنه ماء. فنادت السمكة من لجة البحر: هنا وجود لا شك فيه وهو في هياج واضطراب.

الحكمة والشعر

ضلّ أبو علي في غبار الناقة، وأمسكت يد الرومي ستر الهودج هذا غاص حتى ظفر بالجوهر اللألاء، وذلك دار مع الغثاء على وجه الماء. الحق إن لم تكن فيه حرقة فهو حكمة، وهو شعر اذا قبس من القلب نارًا.

الوحدة

ذهبت الى البحر فقلت للموج المصطخب: أنت في سعي دائم فما خطبك؟ في جيبك آلاف اللآلئ فهل في صدرك جوهر من القلب كالذي في صدري. فاضطرب وجزر ولم يحر جوابًا.

ذهبت الى الجبل فسألت: ماهذا الجمود ؟

ألا ينال سمعك صيحات المكروبين وآهات المحزونين؟

إن يكن العقيق الذى فى أحجارك قطرات من الدم فحدثنى

فانى محزون .

فانقبض وصمت ولم يحر جوابًا.

○ ○ ◉ ○ ○

قطعت طريقًا بعيدة .... وسألت القمر: ياجوّاب

الآفاق! هل قد راك فى سفرك قرار؟

العالم حديقة ياسمين من شعاع وجهك، فهل نور

وجهك من قلب يتجلى ؟

فرأى رقباء بين الأنجم فلم يحر جوابًا.

○ ○ ◉ ○ ○

تخطيت القمر والشمس الى حضرة الخلاق فقلت ليس
فى عالمك ذرة تعرفنى - العالم خلو من القلب وأنا قبضة من
التراب، ولكنها كلها قلب.

إن هذه المروج جميلة ولكنها ليست أهلاً لنغماتى.
فتبسم ولم يحر جوابًا.

نسيم الصّباح

إنى آتية من صفحات البحار وقمم الجبال ولكن لست
أدرى من أين أهبّ - إنى أبلغ الطائر المحزون رسالة الربيع
وأنثر فى داره فضة الياسمين - وأتقلب فى المرج وألتفّ
على أغصان الشقائق فأبعث اللون والرائحة من مسامّها،
وأتعلق رفيقة بأوراق الورد والزهر حتّى لا أثقل على
أغصانها، وإذا رأيت شاعرًا هاجته هموم العشق خلطت

بنغماته نفسًا بعد نفس.

العشق

عندی خبر هذه الكلمة الأخاذة للقلوب، التی هی سر وليست بسر. أنا أنبئك من سمعها وأين سمعها! استرقها الندى من السماء فأوحاها الى الورد، وأخذها عن الورد البلبل ونشرها عن البلبل ريح الصبا.

نغمة حادی الحجاز

يا ناقتی الخطّارة وظبيتی المعطارة

ناقۂ سيّار من آہوے تارتار من

وعدتی والشارة

درہم و دینار من

والمال والتجارة يا دولتی السيّارة!

اندک وبسيار من دولت بیدار من

حُثّی الخطٰی قلیلاً   منزلنا قریب

تیز تر گام زن   منزلِ ما دُور نیست

○ ○ ● ○ ○

جمیلة الرواء   مطربة الرغاء

دلکش و زیباستی   شاہد رعناستی

محسودة الحسناء   وغیرة الحوراء

رشکِ حوراستی   غیرتِ لیلاستی

بُنَیّة الصحراء

دخترِ صحراستی

حُثّی الخطٰی قلیلاً   منزلنا قریب

تیز تر گام زن   منزلِ ما دُور نیست

○ ○ ● ○ ○

کم غصت فی الشراب   فی وقدة الیباب

در تپشِ آفتاب   غوطہ زنی در سراب

وسرت لم تهابی　　فی اللیل کالشهاب

ہم بہ شبِ ماہتاب　　تندروی چوں شہاب

والنوم عنک نابی

چشم تو نادیدہ خواب

حثی الخطی قلیلاً　　منزلنا قریب

تیز ترک گام زن　　منزلِ ما دُور نیست

○ ○ ◉ ○ ○

قطعة غیم غادی　　سفینة الرواد

لکہ ابرِ رواں　　کشتیِ بے بادباں

کالخضر فی البوادی　　تمضین فی سداد

مثلِ خضر راہ داں　　بر تو سبک ہر گراں

فلذة قلب الحادی

لختِ دلِ سارباں

حثی الخطی قلیلاً　　منزلنا قریب

تیز ترک گام زن　　منزلِ ما دُور نیست

هیا ماك الزمام　　وسیرك الأنغام

سوز تو اندر زمام　　ساز تو اندر خرام

یتعبك المقام　　لا الجوع ولا الأوام

بے خورش و تشنه کام　　پا به سفر صبح و شام

والسفر المدام

خسته شوی از مقام

حثی الخطی قلیلاً　　منزلنا قریب

تیز ترک گام زن　　منزلِ ما دُور نیست

ممسیة فی الیمن　　مصبحة فی قرن

شامِ تو اندر یمن　　صبح تو اندر قرن

ترين حـزن الوطن　　کالخز تحت الثفن
ریگِ درشت وطن　　پائے ترا یاسمن

إيه غزال الختن
اے چو غـزال ختن

حثى الخطى قليلاً　　منزلنا قريب
تیـز ترک گام زن　　منـزلِ ما دور نیست

بدر السماء نعسا　　خلف التلال خنسا
مہ ز سفر پا کشید　　در پسِ تل آرمید

والصبح قد تنفسا　　مزق هذا الغلسا
صبح ز مشرق دمید　　جامۂ شب بر درید

والريح تزجي نفساً
باد بیاباں وزید

حثی الخطی قلیلاً منزلنا قریب
تیز ترک گام زن منزلِ ما دور نیست

لحنی دواء السقم والروح مل ء نغمی
نغمۂ ما دلکشاے زیر و بمش جاں فزائے

یحد والرکاب کلمی من جارح وبلسم
قافلہ ہا را درائے فتنہ رُبا، فتنہ زائے

ھلم بنت الحرم
اے بہ حرم چہرہ سائے

حثی الخطی قلیلاً منزلنا قریب
تیز ترک گام زن منزلِ ما دور نیست

ومن کلامہ فی "نقش فرنگ" وھو القسم الرابع من
"پیامِ مشرق":

جمعية الأقوام

يريد المُزَوِّرُون أن يسنّوا سنّة جديدة ليمحوا آية الحرب من هذا المحفل العتيق.

فما عرف قبل اليوم أن جماعة من سُرّاق الأكفان ألّفوا جماعة لتقسيم القبور.

نيتشه

خفق قلبه لضعف عناصر الإنسان، وخلق فكره الحكيم صورة أحكم وأمتن، فأثار بين الفرنج هياجًا بعد هياج: مجنون ولج مصانع الزجاج.

إذا بغيت نغمة فغرمنه، فليس فى نايه إلا قصف الرعد. قد دفع مبضعه فى قلب الغرب واحمرت يده من دم الصليب. هذا الذى بنى معبداً للصنم على

قواعد الحرم، قد آمن قلبه وكفر دماغه.

جلال الدين الرّومى وهيجل

كنت ليلة أحاول أن أحل عقد الحكيم الألمانى ذلك الذى خلع فكره على الأبدى كسوة الآنى، والذى أخجل العالم إذ ضاق عن سعة خياله. فلما نزلت فى بحره صارت سفينة العقل طوفانا، ثم سحرنى النوم فأغمضت عينى عن الفانى والباقى، وازداد شوقى وقدة فتجلى لى وجه الشيخ الإلهى، الشمس التى أضاءت آفاق الشام والروم، والذى وضع شعلته مصباح هدى فى هذه الدنيا المظلمة، الذى تنمو المعانى من كلماته كما تنمو شقائق النعمان.

قال لى كيف تنام، استيقظ، انك تجرى سفينة فى سراب. إنك تجتاز طريق الفسق بالعقل. انك تبحث عن

الشمس بمصباح.

○ ○ ◎ ○ ○

وأما أسرار خودی ورموز بی خودی: أی أسرار الذاتية، ورموز اللاذاتية (أو أسرار الأنانية ورموز الإيثار) فهما المنظومتان اللتان شرح فيهما آراءه شرحًا موتبًا و جعل للبحث خطة واضحة

بين فی الكتاب الأوّل قوة الذاتية وضرورتها فی الحياة ودعا إليها: هذه الحياة جهاد مستمر، والرجل الحی حقًّا هو الذی يوقظ كل قواه، ويستخرج كل ما فی فطرته ويتأهّب بمواهبه وأدواته للجهاد. السكوت موت، والتقليد فناء. والحركة حياة، والإستقلال وجود .... الخ

وبيّن فی رموز بی خودی كيف تلتئم هذه الفردية

القوية الكاملة فى الجماعة، وكيف تقوى الجماعة وتضعف، وكيف تصلح وتفسد، وكيف تهتدى وتضل:

يشرح فى أسرار الذاتية بعد المقدّمة موضوعات منها:

أصل نظام العالم من الذاتية، وتسلسل حياة أعيان الوجود موقوف على استحكام الذاتية.

حياة الذاتية من تخليق المقاصد وتوليدها

الذاتية تستحكم من العشق والمحبّة

الذاتية تضعف بالسؤال

الذاتية اذا استحكمت تسخر قوى العالم الظاهرة والخفية.

ففى الذاتية من اختراع الأقوام المغلوبة ليضعفوا من طريق خفى أخلاق الأقوام الغالبة

افلاطون الذى أثر فى التصوف والآداب الإسلامية

ذهب مذهب الخروفيّة، والاحتراز من أفكاره واجب۔

ثمّ بين أن تربيّة الذاتية لها ثلاث مراحل:

الأولى الطاعة والثانية ضبط النفس، والثالثة النيابة الالهيّة،

فى المقطوعات الثانية يتكلم فى مثل هذه الموضوعات:

الأمة تظهر من اختلاط الأفراد، وكمال تربيّتها من النبوّة:

أركان الأمّة الاسلاميّة ۔ الركن الاول التوحيد۔ اليأس

والحزن والخوف أمّهات الشرور، والتوحيد يزيل هذه الأمراض

الخبيثة۔

الركن الثاني الرسالة ۔المقصود من الرسالة المحمّدية

تأسيس الحريّة والمساواة والأخوة بين بنى آدم۔

الأمّة المحمّدية مؤسّسة على التوحيد۔ والرسالة فليس لها

حدود مكانية ۔الأمة المحمدية ليس لها نهاية زمانية أيضًا۔

حياة الأمة تحتاج إلى مركز محسوس، وهو للمسلمين البيت الحرام.

خلاصة معنى الكتاب وتفسير سورة الإخلاص وهذه أمثلة من أسرار خودى:

نهر الكنج وهمالايا

قال نهر الكنج يومًا لجبل همالايا وهو يجرى فى سطحه! أيها المتوّج بالبرد من فجر الخليقة والمنتطق بالأنهار الجارية، جعلك الله نجى السماء، ولكن حرمك التبختر فى العراء، ما غناء الرقاد و الرسوخ والرفعة، وقد سلبت الحياة والحركة؛ الحياة سعى دائم كالموج: وجوده حركته الدائمة. فلما سمع الجبل تعبير النهر أرسل أنفاسه بحرًا من نار وقال: يا من اتخذت صفحة مرآتى أكننت مئات من مثاله فى صدرى. هذا التبختر زينة الفناء! من ذهب عن نفسه فقد حرم البقاء. قد غفلت عن مقامك وفخرت

بزوالك يا وليد الفلك الرفيع؛ إن خيراً منك الساحل لوضيع.
قدمت نفسك قرباناً للمحيط، ونثرت روحك لقاطع الطريق.
كن في بستانك ورداً ولا تذهب وراء القاطف لتنشر عبيرك.
إن الحياة ان تنمو في مكانك، وأن تنشر العبير في بستانك -

خلت القرون وأنا في طينتي ثابت القدم، وتحسبني إلى الغاية لم أتقدم؛ كلاّ قد عظمت حتى بلغت السماء، واسترحت على سفح الجوزاء. ضل وجودك في البحر الخضم. وصارت ذروتي مسجد الأنجم. عيني بأسرار الفلك بصيرة، وأذني بطيرانه خبيرة.

احترقت بنار السعي الدائم. فجمعت في صدري الجواهر" في صدري حجارة، وفي الحجارة النار، وليس للماءِ الى هذه النار سبيل"

ان كنت قطرة فلا ترق نفسك بيدك، بل جاهد اللجة وحارب اليم لحياتك. كن جوهر الألاء يزيد جبين الحسناء ضياء

أو اسم بنفسك وأسرع المطار، وكن سحاباً يرمى البروق ويمطر البحار، ليستجدى البحر احسانك ويشكو ضيقه عن إنعامك و يرى نفسه أقل من موجة لديك، ويرتمى على قداميك.

قصة الطائر الذى أنهكه العطش

بلغ العطش من طائر جهده فاضطرب نفسه موجة من الدخان فى صدره، فأبصر فى بستان شذرة من الماس الوضاء فخيل اليه العطش أنها ما، وخدعت الطائر المجهود هذه الشذرة المتلألئة كالشمس فتوهم الحجر الصلب ماء سائلا، وغره من هذا الجوهر بريقه فضرب بمنقاره فلم تنقع غلته. قالت الماسة: أيها الطائر المسحور لشد ما ضربت بمنقار الغرور! لست قطرة من الماء، ولا مشربة للظلماء، ليست حياتى من أصل غيرى. إن محاولة التقاطى جنون وغرور، وغفلة عن الحياة

الذاتية الظهور، إن ماثى يكسر من الطير منقاره . ويصدع من الانسان جوهر روحه . خاب أمل الطائر فأعرض عن هذه الشذرة الوضاءة، وانقلب الأمل فى صدره حسرات، واستحالت أنينًا هذه النغمات . ثم بصر بقطرة من الطل على فنن من الورد تتلألأ كدمعة من عين البلبل ضياؤها أفنانًا فى وهج الشمس وهى من خوف الشمس فى رعدة كوكب ولدته السماء فلبث لمحة فى نشوة الظهور والضياء، وخدعته ألوان الأكمام والأزهار فلم يأخذ من الحياة نصيبًا كدمعة العاشق العليل زانت الهدب لتسيل .

ويسرع الطائر إلى فنن الورد فيلتقط قطرة الندى . أيها المبتغى نجاة من الأعداء، خبرنى أجوهر أنت أم قطرة من ماء . ألم تر إلى الطائر حين أذاب العطش مهجته كيف وقى بحياة غيره

حیاته؛ لم تکن القطرة فی صلابة الجوهر، ولکن کانت الماسة صلبة المکسر۔ فلا تغفل عن حفظ الذاتیة لمحة، وکن قطعة ماس لا قطرة.

کن ناضج الفطرة راسخًا کالجبال وتحمل بحارًا من السحاب الهطال۔ وجد نفسك تقوی نفسك واستحل فضة بجمود زئبقك۔ أظهر نغمة الذاتیة من أوتارها، وتجل للناس بأسرارها۔

فی الکلام علی الوقت

اسمع نکتة تضئ کالدر، لتعرف فرق ما بین العبد والحر:

العبد ضال فی اللیل والنهار، والزمان فی قلب الحر ضال۔ العبد ینسج من الأیام کفنه ویخیط اللیل والنهار علی نفسه، والحر یخلع نفسه من الطین ثم ینسج علی الزمان محرابه المتین۔ العبد طائر فی شبکة الصباح والمساء، حرمت روحه لذة السبح فی الهواء

وصدر الحر الهمام، قفص لطائر الأيام. فطرة العبد تحصيل الحاصل وخواطره تكرار قاتل. مقامه من الجمود واحد، وصوته بالليل والنهار راكد. والحر كل حين خلاق، يسكب نغمه مجددة في الآفاق. فطرته لا تحتمل التكرار، وليست طريقة خلقة البركار. العبد في سلاسل من أيامه، والقضاء والقدر ورد لسانه، وهمة الحر مثيرة على القضاء تصور يده الحادثات كما تشاء. الماضي والآتي ماثلان لديه، والآجل عاجل بين يديه.....

نضر الله عهداً كان سيف الزمان، حليف أيدينا على الحدثان فبذرنا الدين في أرض القلوب، ورفعنا الحجاب عن وجه الحق المحجوب.....

وحلت عقدة الدنيا أناملنا، ونضر وجه الأرض سجودنا وشربنا الصهباء من دن الحق، ثم سرنا بنشوته بين الخلق. يا من

أنزعت كأسه الخمر المعتقة، وأذابت كأس الصهباء المحرمة، وملأه الكبر والغرور، فعيّرنا بالفقر والمتربة. لقد كانت كأسنا كذلك زينة المحافل، يوم كنا وصدرنا بالقلب آهل، وثار من غبار أقدامنا عصر حديد. ينجلي بكل أمل بعيد، وروّيت مزرعة الحق بدمائنا، وسعد عبّاد الحق ببلائنا، ودوى العالم بتكبيرنا وعمرت كعبات من ترابنا. وأنزل الحق كلمة "إقرأ" فينا، ثم قسم رزقه بأيدينا. فإن يكن ذهب منا الخاتم والتاج، فلا تحقر ذلك الفقير المحتاج. إن نكن بزعمك مفسدين، وبالأفكار العتيقة مغرمين، فنحن لانزال الأحرار أنصار التوحيد، قوامين على العالمين والله شهيد -

فرغنا من غم اليوم والغد، وحالفنا الله الأحد فنحن في قلب الحق سر مكنون، ونحن ورثة محمد وموسى وهارون

لايزال نورنا في الشمس والقمر مصونًا ولايزال سحابنا بالبرق مشحونًا.

إن ذات المسلم مرآة الحق. وإن وجود المسلم من آيات الحق

هذه أمثلة قليلة من شعر إقبال، ولإقبال من الآراء والأفكار والخيالات ما يستعصى على الحصر، ولكن يستطيع دارس شعره أن يقول إن أدبه يتناول العالم كله، وأن فلسفته تقوم على قواعد أبينها القوة - قوة الفرد وقوة الجماعة - وقوة الأخلاق - والاستقلال الذى لايعرف التقاليد والحرية التى لاتضيقها قيود، والجمال فى الأنفس والآفاق وهذه المقاصد الأعلى تهذيب الإنسان وخاصة المسلم،

يشرح له من حقايق الحياة" ويبين له من مثل الفضيلة، و يكشف له عن أسرار الإسلام ومجد المسلمين الأولين حتى يملأه قوة وحماسًا وأملًا وإقداما" ثم يوجهه فى معترك الحياة الى الغاية التى عندها شرف الدنيا والآخرة- وليس يتسع المقام لتفصيل الكلام فى فلسفة هذا الرجل لعظيم وأدبه - وعسى أن أوفق الى الإفاضة فى ذلك من بعد:

"إن الذى يعرف إقبالًا يعرف مصيبة العالم الاسلامى و الأدب البشرى بموته"

مات الرجل العظيم

محمد إقبال

(١)

في اليوم الحادي والعشرين من أبريل الماضي (سنة ١٩٣٨) والساعة خمس من الصباح، في مدينة لاهور مات رجل كان على هذه الأرض عالماً روحياً يحاول أن يُنشئ الناس نشأة أخرى، ويسنّ لهم في الحياة سنناً جديدة؛ وسكن فكر جوّال جمع ما شاءت له قدرته من معارف الشرق والغرب، ثم نقدها غير مستأسر لما يؤثر من مذاهب الفلاسفة، ولا مستكين لما يُروى من أقوال العظماء؛ ووقف قلب كبير كان يحاول أن يصوغ الأمّة الإسلامية من كل ما وعى التاريخ من مآثر الأبطال

وأعمال العظماء؛ وقرّت نفس حرة لا يحدّها زمان ولا مكان، ولا يأسرها ماض ولا حاضر، فهي طليقة بين الأزل والأبد، خفّاقة في ملكوت الله الذي لا يُحدّ.

مات محمد إقبال الفيلسوف الشاعر الذي وهب عقله وقلبه للمسلمين وللبشر جميعًا. الرجل الذي كان يخيّل إليّ وأنا في نشوة من شعره أنه أعظم من أن يموت، وأكبر من أن يناله حتى هذا الفناء الجثماني.

فاضت روح الرجل الكبير المحبوب في داره بلاهور ورأسه في حجر خادمه القديم الوفيّ "علي بخش" وهو يقول: إني لا أرهب الموت أنا مسلم أستقبل المنيّة راضيًا مسرورًا.

كنت أقرأ كلام إقبال في الحياة والموت، وأرى استهانته بالحِمام، واستهزاءه بالذين يرهبونه. وما كان هذا خدعة

الخيال، ولا زخرف الشعر فقد صدق إقبال دعوته فى نفسه حين لقى الموت باسمًا راضيًا.

جد المرض بإقبال منذ سنة، وكان يقترب الى الموت وهو متقد الفكر، قوى القلب، يصوغ عقله كلماتٍ يوقظ بها النفوس النائمة، وينثر قلبه شرارًا يشعل به القلوب الهامدة. وكان يعنى بنظم كتابه "ارمغان حجاز": لحن الحجاز. وكان قلب الشاعر يهفو الى الحجاز وقد تمنى فى خاتمة كتابه "رموز بى خودى" أن يموت فى الحجاز: ومما نظمه فى أشهره الأخيرة:

آية المؤمن أن يلقى الردى، باسم الثغر سرورًا ورضا وقد أنشد هذين البيتين قبل الموت بعشر دقائق، وهما مما أنشأه أخيرًا

نغمات مضين لى، هل تعود

ونسيم من الحجاز سعيد؟

اُذنت عيشتى بوشك رحيل

هل لعلم الأسرار قلب جديد

وآخر ما أنشأ من الشعر بيتان أترجمهما نثراً:

" قد أعدّت جنّة لأرباب الهمم، وجنة أخرى لعبّاد الحرم

فقل للمسلم الهندى لاتحزن، فكذلك للمجاهدين فى سبيل الله جنة ."

(٢)

كان تشييع إقبال إعرابًا رائعًا عما للرجل الفذّ فى قلوب أَهل الهند عامة ومسلميه خاصة - احتشدت عشرات الألوف تودّعه بالبكاء والزفرات، وشاركت النساء بالعويل والنحيب، وتنافس الحاضرون فى حمل النعش فوضع على خشبتين طويلتين ليتسنى لكثير من المشيّعين أن يشرفوا بحمل الرجل

العظيم الى مثواه الأخير. وقد بلغت الجنازة شاهى مسجد و خلفها زهاء أربعين ألفًا، فوقف الناس ساعة كاملة حتى تيسّر لهم أن يصطفّوا للصلاة على الفقيد الجليل، ثم نقلت الجنازة الى حديقة متصلة بالمسجد. وهنالك والساعة عشر إلا ربعًا من المساء غربت شمس إقبال فى جدثها، وطُوى الجهاد الذى ملأ الدنيا فى لحده، وأدرجت الحكمة والشعر والحرية التى تأبى الحدود والقيود فى جَنَنها.

وضع محمد إقبال فى قبره -

وغشى القبر الذى تضمن روضة الشعر بضروب الزهر و الريحان، ثم نثرت عليه أزهار أخرى من أقوال الخطباء والشعراء الذين أطافوا بالشاعر الخالد.

وتجاوبت أرجاء الهند بأقوال الكبراء يعربون بها عما أحسّوا

من لوعة، وما دهى الهند من مصيبة بموت شاعرها الأكبر اجتمع على هذا المسلم وغير المسلم؛ فهذا جواهر لال نهرو يقول:-

"لقد دهتني وفاة إقبال بصدمة هائلة. تشرفت بلقاء إقبال ومحادثته منذ قليل؛ وكان مستلقيًا على فراش المرض، ولكن كان لفكره العالي ونزعته الحرة في قلبي أثر بليغ. لقد فقدت الهند بفقد إقبال كوكبا لألأ مضيئا، ولكن شعره سيخلد في قلوب الأجيال الآتية، وذكراه العظيمة لن تموت".

وهذا الدكتور محمد عالم يقول:

"لا تستطيع أرض البنجاب أن تخرج إقبالًا ثانيًا في عصور طويلة".

ويضيق المجال عن الإكثار من أقوال أعلام الهند في فقيدهم،

وأرّخ بعض الشعراء وفاة اقبال (سنة ١٣٥٧) فى قوله :-

تاريخ "بود اقبال شاعـــر مشرق"-

كان إقبال شاعر الشرق

وأرّخ آخر بقوله: "گئے علامۂ إقبال سوی بهشت برین"

ذهب العلامة إقبال شطر الجنة العالية -

ترك الشاعر النابغة ابنين وبنتا وأخًا وثلاث اخوات.

(٣)

ولد محمد إقبال فى سيالكوت سنة ١٨٧٦م من عشيرة قديمة دخلت فى الاسلام منذ ثلاثة قرون، وكانت تقيم فى كشمير ثم اضطرتها الحوادث أن تهاجر الى البنجاب واستقرت أسرة اقبال فى سيالكوت.

وبدأ تعلمه فى البلد الذى ولد به، ودرس على العالم الكبير

میرحسن فأذکی فی قلبه حب الآداب الشرقية. ثم انتقل الى لاهور للدراسة العالية فكان من أساتذته السير توماس ارنولد أستاذ الفلسفة الاسلاميّة وقد سمعت أرنولد يفخر بأن إقبالاً تلميذ له وفی ذلك الحين شدا إقبال لشعر، فوجد الناس فيه شاعراً خطيراً، ونال درجة أستاذ فی الادب (M.A) وصار مدرس الفلسفة فی إحدى الكليات

وسنة ١٩٠٥م سافر الى أوربا فتعلم فی كمبردج القانون. ثم ذهب الى ألمانيا فدرس الفلسفة. وبعد ثلاث سنين من خروجه من وطنه رجع إليه مرجوًّا لأمته مُحبّبًا إليها. وعمل فی محاماة وقصده الناس لاستشارته والاستعانة به فی كثير من الأُمور التی كانت تهمّ المسلمين. ومازال نجمه يسطع وصيته يذيع، وشعره يجوب أرجاء الهند ويستقر فی كل قلب حتى اجتمعت

قلوب المسلمين عليه، وردد وا أقواله فى خطبهم ومقالاتهم، و تقبّلوه فى أعمالهم، وكأنما أذكى الشاعر العبقرى فى كل قلب جذوة وملأ كل رأس فكراً، وكل نفس حرية وعظمة، حتى مات وكلٌ يتشبه به، ويطمح إلى أن يكون من المهتدين بهديه.

والله يعوض الأمم الإسلامية ويعزيها عن إقبال بالاستجابة لدعوته والسير على أثره.

الكتاب الثالث

في

بعض قصائد اقبال

ترجمة الأستاذ الصاوي علي شعلان

(من علماء الأزهر)

"فاطِمَة الزهراءُ"

نسبُ المسيحِ بَنَى لمريمَ سيرةً
بقيتْ على طُولِ المَدَى ذِكراها
والمجدُ يُشرِقُ مِن ثلاثِ مَطالعٍ
في مَهْدِ "فاطمةٍ" فَما أعْلاها
هِيَ بنتُ مَن؟ هِيَ أُمُّ مَن؟ هِيَ زوجُ مَن؟
مَن ذا يُدانِي في الفَخارِ أباها
هي ومضةٌ من نورِ عينِ المُصطَفَى
هادِي الشعُوبِ إذا تروم هُداها

هو رحمةٌ للعالمين، وكعبة الآمال
في الدنيا وفي أُخراها
من أيقظ الفطر النيام بروحه
وكأنه بعد البلا أحياها
وأعادَ تاريخ الحياة جديدةً
مثل العَرائِس في جديد حُلاها
ولزوج فاطمة بسورة "هَلْ أَتَى"
تاجٌ يفوقُ الشمسَ عندَ ضُحاها
أسدٌ بحص الله يرمي المشكلات
بصيقل يمحو سُطورَ دُجاها
ايوانُه كوخٌ وكنزُ ثرائه
غدا سيفٌ بيمينه تياها

فی رَوضِ فاطمة نما غُصنانِ لم
یُنجبهما فی النیّرات سِواها
فأمیرُ قافلة الجهاد، وقطبُ
دائرةِ الوِئام والاتحاد، ابنْاها
"حسَن" الذی صان الجماعةَ بعدما
أمسیَ تفرقها یحلّ عراها
ترکَ الامامةَ ثمّ أصبحَ فی
الدیار امام ألفتها وحسن علاها
و"حُسینُ" فی الأبرار والأحرار
ما أزکی شمائله وما أنداها
فتعلّموا رمّی الیقین من الحُسین
اذ الحوادث أظمأت بلظاها

وتعلموا حرية الايمان من
صبر الحسين وقد أجاب نداها
الأمهات يلدن للشمس الضيا
وللجواهر حسنها وصفاها
ما سيرة الأبناء، الا الأمهات
فهم اذا بلغوا الرقى صداها

هى أسوة للأمهات وقدوة
يترسم القمر المنير خطاها
لما شكا المحتاج خلف رحابها
رقت لتلك النفس فى شكواها
جادت لتنقذه برهن خمارها

يا سحبُ أَيْنَ نَدَاكِ مِن جَدْواها
نورٌ تهابُ النارُ قدسَ جلالِه
ومُنَى الكواكِبِ أن تنالَ ضِياها
جعلتْ مِن الصبرِ الجميلِ غذاءَها
ورأتْ رِضى الزوجِ الكريمِ رِضاها

فمُها يُرتِّل آيَ ربِّكِ بينما
يدُها تُدِيرُ علَى الشعيرِ رِحاها
بلّتْ وِسادتَها للآلئُ دمعِها
مِنْ طولِ خشيتِها ومِن تقواها
جِبْريلُ نحوَ العرشِ يرفعُ دمعَها
كالطلِّ يروي في الجِنانِ رباها

لولا وُقوُفِي عِنْدَ أَمْرِ المُصطَفَى
وحُدود شرعته ونحنُ فداها
لَمضيتُ للتطوافِ حول ضَريحِها
وغمرتُ بالسجداتِ طيبَ ثراها

صَوْت اقبال الى الأُمة العربيّة

الدكتور الشيخ "محمّد اقبال" هوشاعر الهند وفيلسوف الاسلام وقف حياته وجهُودَه الأدبية لايقاظ الأمة المحمّدية. فنبهها الى نور فطرتها وعرفان ذاتيتها. وله رحمه الله منظومة كبرى وجّهها الى المسلمين فى كتاب عنوانه "والآن ماذا نصنع يا أمم المشرق" وما أحوج المسلمين فى هذا العصر الى قراءة هذا الكتاب. وما فيه من قصائد عامرة ومعانٍ باهرة. وقد اختصّ العرب من هذه المنظومة بقصيدة طويلة نقتطف منها هذه الأبيات :-

أُمّة الصّحْراءِ يا شعب الخلود
مَن سواكم حلّ أغلالَ الورى
أَيُّ داعٍ قبْلكم فِى ذا الوُجُود
صاح لا كِسْرَى هنا لا قيصرا

مَن سِواكم في حَديث أو قديم
أطلع القرآن صبحًا للرشاد
هاتِفًا في مَسْمَع الكون العظيم
لَيْسَ غيرُ الله ربًّا للعِباد
حَدِّثُوني اليومَ عَن أي خوان
قدم الحكمة قوتًا للفِطَن
يا مَصابِيحَ التآخي والتَفانِي
أنزلَ اللهُ فأصبحتم لمن

وابل مِن فيض أُمِّيِّ اللقب
الكريمِ الفردِ في كُلِّ الكِرام
أنبتَ الزهر بصحراء العرب

بَل سَقىَ فى القَفر بستانَ الوئام
بهدى الحرية العليا أَثارَ
فِهى رَوضُ مُونِق من غرسه
يومها الحاضر فى كل الديار
لم يزل الاّ بذكرى أَمسُه
كل صدرٍ من بقايا آدم
صاغَ فيه للعُلا قلباً جديدا
مَنح الانسانَ مُلك العالم
بعد ما عَلّمه النهجَ الرشيدا
كل ربّ غير خلاق النسم
صار من عزمته تحت الثرىٰ
كل غُصنٍ كان فى يُبس العدم

بنده اه اخضرّ حتّی أثمرا

لا تَسَلْنِی الآنَ عَن ثَوْرَتِه
انها میدان بَدْرٍ وحُنَیْن
فی أبِی بَکْر وفی صاحبِه
فی علیٍّ ثُمّ فی صَبْرِ الحُسَین
سیف أیّوب وتَقْوَی بایَزِید
فیهما مفتاح کنزِ العالمین
أسْکَرَ الدنیا بجامٍ واحد
فحوَی الدُنیا وضَمّ المَشْرِقَین
ها هُنا الحکمة والدِینُ القویم
وهُناک الحکمُ للدُنیا یُقام

كُلُّ قلب فيه للمَجْد الصَمِيمْ
ثَورة تَغْلُوبه فَوْقَ المَرام

لاتَقُلْ أَيْنَ ابتِكارُ المُسْلِمِين
وَسَلِ الحَمراءَواشْهَدْحُسْنَ تاجِ
دَولة سارملوك العالمين
نحوها طوعا يُؤَدُّونَ الخَراج
دولة تقرأ فى آياتِها
مَظْهَرَ العِزَّة والملك الحصين
وكُنوزُ الحقِّ فى طَيّاتها
دُونَها حارَتْ قلوبُ العارفين
أَرْسَل الحمدَ الى غيرانتها

لنبیّ اللہِ قُدسی الجَناب
اشعل الایمان نارا بالعراء
وحَبا النور لکفٍّ من تراب
وحباہ اللہ من علیائہ
عزمۃ فل بھا سیف الغیر
راکب الناقۃ فی صحرائہ
سارَ فیھا راکبًا خیلَ القدر
کبّروا للہِ فی ظِلّ الحُروب
وصُفوفًا تحتَ ظِلِّ المَسجد
ضجّۃ دانتْ لھم فیھا الشُعوب
وارْتَقَوا فیھا مکانَ الفرقد

وَيْ كأنْ لمْ تُشرِقوا في الكائنات
بهدى الايمان والنَّهج الرَّشيد
ونَسِيتُمُ في ظلام الحادِثات
قيمةَ الصَّحراء في العَيش الرَّغِيد
كُلُّ شَعْب قامَ يبْنِي نَهْضَةً
وأرى بُنْيانَكم مُنْقَسِماً
في قديم الدهر كنتُمْ أُمَّةً
لهف نفسي كيف صِرْتم أُمَمَا
كل من أهْمَلَ ذاتِيَّتَهُ
فهُوَ أوْلَى الناس طُرًّا بالفناء
لَنْ يرَى في الدهر قوْمِيَّتَهُ
كلُّ مَن قَلَّدَ عَيْشَ الغُرَباء

فكّروا في عصركم واستبقوا
طالما كنتم جمالاً للعصر
واملأوا الصحراء عزماً واخلقوا
مرّةً أخرى بهاء روح عمر

"فقرُ الصَّالحين"

لشاعر الهند العظيم "السيّد محمد اقبال"

وترجمة الأستاذ الصاوي علي شعلان

يا عَبيدَ الماء والطِينِ اسْمَعُوا

ما هو الفقر الغَنِيُّ الأَرْفَعُ

هو عِرفان طريق العارفين

وحَياة القلب في نور اليقين

ذلك الفقرُ عزيزٌ في غناه

هامة الجوزاء مِن أدنَى خُطاه

يَرعش الدهر إذا دوّى صداه

لَيسَ غير الله في الكون إله

خاشعٌ لِلّٰہِ ذَیّالکَ الفقیر
والیہ خاشعًا یَسعَی الأمیر
حالہُ شَوقٌ و ذوقٌ ورضا
ثم تسلیمٌ بما اللّٰہُ قضَی
یالہ فقرًا بہ الکونُ صفا
فھُوَ میراثُ النبیِّ المصطفیٰ
لیلہ المُظلمُ للمجد سِراج
یصنع الجوھر مِن أدنی زُجاج
رُبّمَا غیّرَ ناموسَ الفلک
وسَرَیَ فی نورہ نورُ الملک
ذٰلکَ المِسکینُ فی رُقعتہ
یَسَعُ العالمَ فی مُھجتہ

صامتٌ ليسَ يُطيل الكلما
وهو بالصمت يُربّي الأُمما
جعل العصفورَ لنرَى الفضاء
فبدَا للأرض تفسيرُ السماء
مسلم دولته فوق الحصير
كان يخشى بأسَه ألفُ سرير
يتلاشى الجمرُ من نيرانه
ويخافُ البحرُ من طوفانه
لم يجدْ شعب عن النهج المنير
ولديه مثلُ ذيالك الفقير
فامتحن وجهكَ في مرآته
علّه يُحييك من آياته

فقـرُنا ليس برقْصٍ أو غِنـاء
ليس سُكر النفس فى موت الرجاء
فَقـرُنا معناه تيْسِيرُ الجُـهود
فقـرُنا معنـاه تسخيرُ الوجود
فَقـرُنا العـادِى سِـراجٌ لو ظهر
يخجل الشمس ويُزرِى بالقمر
انه ايمان بَدْر وحُنَين
انه زلزال تكـبيرِ الحُسَين
صاح دَعْنِى أكتم الهمَّ الدَّفِين
إنَّ كأسِى ليس يروى العابثين
مَن تكن هِمتُـه نسج الحَصِير
فهو لا يعـلمُ ما نسج الحَـرير

فَلْيَكُنْ يُوسُفُ لِلذِئْب طَعَامًا
ثُمَّ لا يُصْبِحُ للضَيمِ غُلاما
ليسَ للشَيطَان فِينا مَطلَبْ
لاَ وَلا لِلصّ فِينا مَأْرَب
فكنوزُ الدِينْ قد طارتْ شُعاعا
وتُراث المال قد أَمْسَى ضِياعا
مَنْزِلُ الشاهِينِ فى أوج السَّحاب
مَالَهُ يَسْكُنُ فى وَكْرِ الغُراب
لَمْ يَزَلْ فى الرَّوْض ظِلٌّ وَثَمَر
فالتمِس عُشَّك فى أَعْلَى الشجر
أَيُّها الشادِى بقُرانٍ كريم
وهُوكالصخرة فى البَيْت مُقِيم

قُمْ وابْلغ نُورَهُ لِلعالَمِين
قُمْ وأسمعه البَرايا أجمعين
ان تكن فی مثل نار للخليل
أسمع النمرود توحيد الجليل
مَن له مِن ثروة الهادِی نَصِيب
فهُو مِن جبريل فی الدنيا قريب
حِينَما آمنت بالله الأحَد
لَم أذلّ النفس يوماً لأحَد
إن أكن فی صُورة النمل خفاء
لستُ أرجُو مِن سُليمانٍ عَطاء
يا غَرِيبًا عَن ضِياء المُصطَفى
عُد إلَى الحقّ تجد نُورَ الصَّفا

خاتمه

ایک خط

عین کتابت کے زمانہ میں مصر سے ایک خط موصول ہوتا ہے، جس میں ہندوستانی ثقافت اور علامہ اقبال کا تذکرہ ہے، اور چونکہ مصریوں میں علامہ اقبال کی وجہ ہی سے ہندوستان سے دلچسپی پیدا ہوئی، اور مصری یونیورسٹی میں اُردو کو ایک بڑی اور مستند علمی زبان تسلیم کر کے ایک چیئر قائم کی گئی، اِس لیئے ہم خط کا خلاصہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

القاهرة فی ۲۰ مایو سنة ۱۹۴۵

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرة الأستاذ المحترم محمد حسن الأعظمی - سلام الله أبعثه إليك عاطرا شذيا. وتحياته المباركات بكرة وعشيا....

عد الى مصر أيها الصديق الكريم لا بعد عام بل بعد أيام. واحمل الينا معك كنوزا من ثقافة الهند ومعارفها. ولقد كان لى مع الأستاذ عبد العزيز جانكيزخان (التركستانى) أحاديث طيبة عن الهند حتى تخيلت أن أهم تاليف كتاب عنوانه "الهند اليوم" حدثنى الصديق عن هذه الحياة

الهندية المليئة بجواهر العلم وذخائر المعرفة من مناظرات طيّبة الى بحوث ممتعة الى عقول تزن هملايا ويتصاغر "جمنا وكنج" دون السلسبيل مِن علومها. حدثني عن المؤلفين عندكم وعن المحدّثين وعن علمائكم والاصغاء الى ما وهبهم الله من جوهر مكنون تحار في وصفه الظنون..........

أما الأوردية فيسرّني أن تعجل مشيئة الله بقدومك الى مصر لكي أُفكر مرة أخرى في تعلمها اذا استطعته الى ذلك سبيلاً. فاذا كان من نصيبي أن أفهم الفارسيّة والتركية والاوردية يوما. اكون قد جمعت أُمم الشرق في صدري. وأصبحت ثلاثة أرباع جانكيزخان فهو يعلمهن جميعا ويزيد على ما ذكرته منها لغة الصين.

قد قمت بتحرير مجلة المكارم ونشرت عن الهند بحوثا ضافية دأفهمت المصريين في محاضراتي مبلغ علي بما آتاكم الله من مواهب العقول والافهام وترجمت لاقبال عدة قصائد أخرى كما ترجمت من المثنوى والبستان مقطوعات لابأس بها ونشرت جميعها بمجلة المكارم وبعضها بمجلة الأزهر.

وسأبعث اليك برسالة مطبوعة من اشعاري الخاصة. وسيدهشك أنها مكتوبة قبل أن أعرف احدا من الهنود وقبل أن أعرف إقبال. وقد راجعتها فاذا بي ألتقي مع هذا الشاعر في كثير من افكاره على شدة ما بيننا من الفرق في علو كعبه وقلة زادي.

سأرسل أبياتا من مثنوى اقبال من مواطن متفرقة وبعضها من كتبه الأخرى. ولكنت أردت بها تصوير نفسية اقبال لمن لا يعرفه من الناطقين بالضاد ...... وسترسل اليك تباعا قصائد اقبال كقصيدة فاطمة الزهراء من كتاب رموز بيخودى ومطلعها:

نسب المسيح بنى لمريم سيرة بقيت على طول المدى ذكراها
والمجد يشرق من ثلاث مطالع في مجد فاطمة فما أعلاها
هِيَ بنت مَن؟ هِيَ أُمُّ مَن؟ هِيَ زوج مَن؟
مَنْ ذا يُسَامِي فِي الفخار أباها؟

وكذلك قصيدته الى العرب وقصيدته فى الفقر وغير ذلك. مع ملاحظة أن الترجمة اللفظية الحرفية تفسد المعنى وتسئ الى الاصل وتضيع قيمة المنقول عنه الى المنقول اليهم.

فترجمة شعر اقبال يجب أن يكون معناها ترجمة نفس اقبال وروحه ونقل صوره الفكرية الى العربية بما يشرفه بين الناطقين بها. فنرجو أن نوفق الى ارسال ذلك وغيره فلا تتأخر عن ارسال كتبك. فاكتب ونحن فى الانتظار.

سلام الله عليك الى اللقاء، وقرب الله لنا يوما فيه نلقاك.

المخلص

الصاوى شعلان (من علماء الازهر)

مشروع مرسوم

بانشاء معهد للغات الشرقية وآدابها بكلية الآداب (الجامعة المصرية)

نحن فاروق الأول ملك مصر

بعد الاطلاع على القانون رقم ٤٢ لسنة ١٩٢٧ الصادر باعادة تنظيم جامعة فؤاد الاول (الجامعة المصرية) المعدل بالقانون رقم ٢٠ لسنة ١٩٣٣ وبالمرسوم بقانون رقم ٩٦ لسنة ١٩٣٥ — وعلى المرسوم بقانون رقم ٥٠ لسنة ١٩٣٥ بوضع اللائحة الاساسية لكلية الآداب وعلى ما قرره مجلس الجامعة بتاريخ ٧ مارس سنة ١٩٣٩ وبناءً على ما عرضه علينا وزير المعارف العمومية وموافقة رأي مجلس الوزراء

رسمنا بما هو آت

(١) يُنشأ فى كلية الآداب معهد يُسمى "معهد اللغات الشرقية وآدابها" يكون الغرض منه التخصص فى لغات الأمم الاسلامية واللهجات العربية القديمة والحديثة

(٢) يشمل المعهد الفروع الآتية: (١) فرع لغات الأمم الاسلامية (٢) فرع اللهجات العربية

(٣) ويدرس فى فرع لغات الأمم الاسلامية اللغات الآتية. الايرانية والتركية والأردية (الهندوستانية) ويضاف اليها من اللغات الشرقية القديمة والحية غير السامية

(٤) يُشترط لقبول الطالب بالمعهد أن يكون حاصلاً على درجة الليسانس (B.A) فى الآداب من قسم اللغة العربية أو على درجة أُخرى يعتبرها مجلس الجامعة بناءً على رأى مجلس الكلية معادلة لهذه الدرجة

(٥) رسم القيد بالمعهد أربعة جُنيهات فى السنة ورسم المكتبة خمسون قرشا تُدفع فى أول السنة الدراسية. ورسوم الامتحان النهائى أربعة جُنيهات

(٦) مدة الدراسة فى المعهد ثلاث سنوات

(٧) توزّع الموادّ على سنى الدراسة الثلاث على الوجه المبيّن بالجدول الملحق بهذا المرسوم
وترتّب لهذه الموادّ زيادة على الدروس تمرينات عمليّة
ويُبيّن مجلس الكلّيّة كل سنة الموادّ التى تكون فيها هذه التمرينات العلميّة و
يُحدّد عددها ونظامها.
(٨) ويتخصّص الطالب المقيّد فى فرع لغات الأمم الاسلامية فى لغتين من اللغات المذكورة
فى المادّة الثانية - ولرئيس الفرع أن يحدّد له دراسةً فى غيرهما من الموضوعات.
(٩) يجوز لمجلس الجامعة بناءً على طلب مجلس الكلية أن يُدخل أيّ تغيير تقتضيه مصلحة التعليم
سواءً فى موادّ الدراسة أو فى كيفيّة توزيعها على السنوات الثلاث
(١٠) يُمتحن طلبة المعهد مرتين:- (١) امتحان انتقال فى نهاية السنة الأولى فى الموادّ
التى درسوها أثناء السنة - (٢) وامتحان نهائى فى آخر السنة الثالثة ويكون فى مقرّر
السنتين الثانية والثالثة ويشتمل كل من هذين الامتحانين اختبارات تحريرية و
اختبارات شفويّة يعيّنها مجلس الكلّيّة فى النصف الأول من السنة الدراسيّة.
(١١) تُعقد الامتحانات كل سنة على دورين - أحدهما فى نهاية العام الدراسى والثانى قبل
بدء الدراسة فى العام التالى وذلك فى المواعيد التى يحددها مجلس الكلّيّة لكل دور -
للطالب الخيار فى أن يتقدم للامتحان فى أىّ الدورين
(١٢) يشترط لنجاح الطالب فى امتحان الانتقال أو فى الامتحان النهائى أن يحصل على ٦٠٪
على الاقل من مجموع النهايات الكبرى المخصّصة لكل مادّة فى الاختبارات التحريرية أو
فى الاختبارات التحريرية والشفويّة فى الموادّ التى يكون الامتحان فيها تحريريا وشفويًا معًا -
(١٣) تؤلف لجنة الامتحان فى كل مادّة من عضوين يعيّنهما مجلس الكلية بناءً على طلب العميد
وفى حالة الاستعجال ينفرد العميد باختيارهما.
(١٤) تختار لجنة الامتحان المذكورة موضوعات الاختبارات التحريرية وتقوم بتقدير درجاتها
وتتولّى اختبار الطلبة شفويًا اذا كان للمادّة اختبار شفوىّ
(١٥) تكون النهاية القصوى لكل اختبار تحريرىّ او شفوىّ فى كل مادّة عشرين

(١٦) تعرض نتيجة امتحان السنتين الأولى والثالثة على لجنة عامة مؤلفة من جميع الممتحنين فى كل من السنتين برياسة العميد وترفع قراراتها لمجلس الكلية لاقرارها

(١٧) تمنح الجامعة للطلبة الناجحين فى الامتحان النهائى دبلوما يسمّى "دبلوم معهد اللغات الشرقية وآدابها" ويذكر فيه الفرع الذى تخصص فيه الطالب۔

(١٨) يُعتبر دبلوم المعهد من الدرجات العلمية التى تسمح لحائزها بالتقدم لنيل درجة دكتور فى الآداب (ڈی لٹ)

(١٩) على وزير المعارف العمومية تنفيذ هذا المرسوم ويُعمل به من تاريخ نشره فى الجريدة الرسمية۔

(فرمان کا اردو ترجمہ)

سرکاری قانون

بابت تاسیس معہد لغاتِ شرقیہ و آداب در کلیۂ آداب

ہم فاروق اول شاہ مصر

حسب اطلاع قانون نشان ۲۴ ۱۹۲۷ء بابت تنظیم جامعہ فواد اول مسادی قانون نشان ۲۰ ۱۹۳۳ء و سرکاری قانون نشان ۹۶ ۱۹۳۵ء و سرکاری قانون نشان ۵۰ ۱۹۳۵ء بابت لائحہ اساسیہ برائے کلیۂ آداب و بربنا، تصفیہ مجلس جامعہ (یونیورسٹی بورڈ) مورخہ ، مارچ ۱۹۳۹ء و بربنا، عریضۂ وزیر تعلیمات عامہ و بمطابق رائے مجلس وزراء

ذیل کا قانون درج کرتے ہیں۔

نقرہ ۱- کلیۂ آداب (آرٹ کالج) میں ایک معہد (ٹریننگ کالج) کھولا جائے جس کا نام "معہد اللغات الشرقیہ وآدابہا" رکھا جائے (معہد کا اطلاق بی۔اے کے بعد ایم۔اے اور اس سے اعلیٰ تعلیم پر کیا جاتا ہے) اس کی غرض و غایت اُمم اسلامیہ کی زبانوں اور قدیم و جدید عربی لہجوں میں امتیاز

پیدا کرنا ہے۔

فقرہ ۲: معہد حسب ذیل شعبوں پر مشتمل ہوگا۔

(۱) شعبۂ السنۂ اُمم اسلامیہ (۲) شعبۂ لہجات عربیہ۔

فقرہ ۳: شعبۂ السنۂ امم اسلامیہ میں حسب ذیل زبانوں کی تعلیم دی جائے گی:۔ فارسی۔ ترکی۔ اُردو (ہندوستانی) مزید برآں قدیم اور زندہ مشرقی زبانوں کا اضافہ کیا جائیگا

فقرہ ۴: معہد میں طالب علم کی شرکت کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ عربی ادب کا بی۔اے ہو، یا کوئی اور ڈگری رکھتا ہو، جو طیلسانین کے مساوی، ہو جیسے کالج بورڈ (مجلس کلیہ) کی رائے کی بنا پر یونیورسٹی بورڈ (مجلس جامعہ) معتبر سمجھے

فقرہ ۵: معہد میں داخلہ کی فیس چار جنیہات سالانہ مقرر ہے۔ (ایک جنیہہ مساوی ہے ۱۴ روپے کے) اس لحاظ سے شرکت کی سالانہ فیس ۵۶ روپے ہوتی ہے) لائبریری فیس پچاس قرش ہے (فی قرش ڈھائی آنہ، سو قرش کا ایک جنیہہ؛ اس لحاظ سے پچاس قرش کے ۷ روپے ہوتے ہیں) یہ فیس سال کے ابتدا ہی میں داخل کرنی پڑے گی، آخری امتحان (فائنل) کی فیس چار جنیہات (۵۶ روپے)

فقرہ ۶: معہد میں مدت درس تین سال ہے۔ فقرہ ۷: تین سال کے مضامین کی تقسیم حسب صراحت جدول (پراسپکٹس) کی جائے، جو اس قانون کے ساتھ ملحق ہے۔

اسباق کے ساتھ ان مضامین کی عملی مشقیں بھی کرائی جائیں، ہر سال کالج بورڈ (مجلس کلیہ) ان مضامین کا تعین کریگا جنمیں یہ عملی مشقیں (تمرینات عملیہ) ہونگی۔ نیز ان کے نظام و اعداد کی حدبندی کرے گا۔

فقرہ ۸: جو طالب علم شعبۂ السنۂ اُمم اسلامیہ میں فیس ادا کر کے شریک ہو چکا ہے اس کے لئے فقرہ ۳ کے مذکورہ زبانوں میں سے کسی دو زبانوں میں تخصیص حاصل کرنا ہوگا۔ اِن دو کے علاوہ کسی موضوعات میں درس کی حدبندی کرنا صدر شعبہ کے ذمہ ہوگا۔

فقرہ ۹: مجلس کلیہ (کالج بورڈ) کے مطالبہ کی بنا پر حسب تقاضائے مصالح تعلیمی مجلس جامعہ (یونیورسٹی بورڈ) ہر قسم کے تغیر و تبدل کی مجاز ہوگی۔ خواہ یہ تغیر مضامین تعلیم سے متعلق ہو، یا تین سال پر مضامین کی تقسیم کی کیفیت سے

فقرہ ۱۰: طلبار معہد کا امتحان دو مرتبہ ہوگا، (۱) امتحان انتقالی (عبوری) جو پہلے سال کے آخر میں

اُن مضامین میں لیا جائے گا جنھیں دونوں سال میں پڑھ چکے ہیں۔ (۲) آخری امتحان Final Examination جو تیسرے سال کے آخر میں لیا جائے گا، ان دونوں امتحانوں میں سے ہر امتحان تحریری و تقریری امتحانوں پر مشتمل ہوگا جسکو کالج بورڈ سن تعلیم کے نصف اول (ششماہی) میں مقرر کریگا۔

فقرہ ۱۱۔ ہر سال امتحانات کے دو دور ہونگے، پہلا تعلیمی سال کے آخر میں، دوسرا سال آئندہ میں تعلیم شروع ہونے سے پہلے۔ ہر دور کے اوقات و تواریخ کالج بورڈ مقرر کرے گا۔ طالب علم کو اختیار ہے کہ وہ ہر دو دور میں سے جس میں چاہے امتحان دے۔

فقرہ ۱۲۔ امتحان انتقالی یا امتحان نہائی (یعنی ابتدائی اور آخری) میں کامیابی کے لئے یہ شرط ہے کہ طالب العلم ہر مضمون کے مخصوص مجموعی نشانات میں سے کم از کم ۴۰ فیصد نشانات حاصل کرلے۔

فقرہ ۱۳۔ ہر مضمون کے دو ممتحن ہوں گے، جن کو کالج بورڈ پرنسپل کے حسب منشا معین کرے گا۔ اور فوری حالت میں پرنسپل ان دونوں میں سے کسی ایک کو مقرر کردے گا۔

فقرہ ۱۴۔ مذکورہ امتحانی کمیٹی تحریری امتحانات کے موضوعات کا انتخاب کرے گی اور ان کے درجے بھی یہی لگائے گی۔ اگر کسی مضمون میں تقریری امتحان لینا ہو تو طلبا سے یہی کمیٹی تقریری امتحان لیگی۔

فقرہ ۱۵۔ ہر مضمون میں خواہ وہ تحریری ہو یا تقریری آخری کم از کم ۴۰ نمبر ہونگے۔

فقرہ ۱۶۔ پہلے اور تیسرے سال کے امتحان کا نتیجہ عام کمیٹی (لجنۂ عامہ) کے روبرو جو ہر دو سال کے ممتحنوں سے مرتب ہوگا پرنسپل کی صدارت میں پیش کیا جائے گا، اور یہ مجلس اپنے تصفیہ شدہ امور کالج بورڈ میں پیش کرے گی

فقرہ ۱۷۔ جامعہ کی طرف سے آخری امتحان میں کامیاب ہونے والے طلبا کو ڈپلوما دیا جائیگا جس کا نام یہ ہوگا۔ "دبلوم معهد اللغات الشرقية وآدابها" اس میں اس شعبہ کا ذکر کیا جائیگا جو طالب العلم کا خاص موضوع رہا ہو۔

فقرہ ۱۸۔ معہد کے ڈپلوما کا شمار ان علمی ڈگریوں میں ہوگا جن کا حامل آگے والا ادب میں ڈاکٹری کی ڈگری (ڈی۔ لٹ) حاصل کرسکتا ہے۔

فقرہ ۱۹۔ وزیر تعلیمات عامہ کو چاہئے کہ اس قانون کو نافذ کرے، جریدۂ سرکاری (غیر معمولی) میں شائع ہونے کی تاریخ سے اس پر عملدرآمد کیا جائے۔ فقط

اِس ہی مصنف کی دیگر تصنیفات

مطبوعہ

(۱) شرح دیوان الأمیر تمیم الفاطمی (تقریباً سات سو صفحات)
(مطبعة دار الکتب المصریة۔ باب الخلق۔ مصر)

(۲) بحث فی الشیعة (طہران میں بزبان فارسی ترجمہ شائع ہو چکا ہے)
(مکتبة النهضة المصریة۔ مصر۔)

(۳) من روائع قصص الهند۔
(ادارة الحدیقة والمنزل۔ ۲۰ شارع المبدولی سرایے عابدین مصر)

(٤) فلسفة اقبال
(ادارة مجلة الثقافة۔ شارع الکرداسی سرایے عابدین مصر)

(۵) مقالات أدبیة علمیة متنوعة
(ادارة مجلة الرسالة۔ بشارع المبدلی رقم ۳٤۔ عابدین مصر)

(٦) محاضرات عن مصر۔
(اورنٹیل کالج۔ لاہور۔ الهند)

(۷) آج کا مصر (اُردو میں) (اُردو اکیڈمی۔ لوہاری دروازہ۔ لاہور)

(۸) مَبادئ اللغة العربية۔ الجزء الاول والثانی۔
(فیروز پرنٹنگ پریس، سرکلر روڈ۔ لاہور)
(۹) المُکَالمة الأَعْظَمِیّة یا اُردو عربی ترجمہ حصہ اول ودوم۔
(دین محمدی پریس، سرکلر روڈ۔ لاہور۔ الہند)
(۱۰) مدرّس العربیّة (حصّہ اول)
(ملک دین محمد اینڈ سنز بُل روڈ۔ لاہور۔ الہند)
(۱۱) القرآءة الأعظمیّة ۔ الجزء الاول الثالث (عربی ریڈر)
(دین محمدی پریس، سرکلر روڈ۔ لاہور۔ الہند)
(۱۲) القرآءة الأعظمیة ۔ الجزء الثانی (عربی ریڈر)
(اعظم اسٹیم پریس مغلپورہ حیدرآباد دکن۔ الہند)

زیرِ طبع

(۱۳) المُعْجَم الأَعْظَم۔ یعنی عربی اُردو لغات (چار حصے)
(۱۴) الوسائل الاعظمیّة (طبع ہوچکی ہے بتوسط مرکز اشاعات اخوت حیدرآباد دکن)
(۱۵) جامع القواعد العربیّة ۔ الجزء الاول والثانی والثالث والرابع)
(۱۶) فتح الهند۔ الجزء الاول (تقریباً چھ سو صفحات)
(۱۷) ثمانمائة محاضرة لداعی دعاة الفاطمیین

(۱۹) اُردو عربی لغات (چار حصّے)
(۲۰) القرآءة القرآنیّة (عربی۔ اُردو اور انگریزی میں)
(۲۱) القرآءة النبویّة (عربی۔ اُردو اور انگریزی میں)

زیرِ تصنیف

(۲۲) تاریخ الفاطمیین
(۲۳) عقائد الفاطمیین و فلسفتهم
(۲٤) رجال الهند
(۲۵) المغول فی الهند
(۲٦) منتخبات فلسفۂ اقبال
(۲۷) من أحسن ما یُروی
(۲۸) أدب العرب قدیما وحدیثا
(۲۹) النخبة الأعظمیة
(۳۰) تطوّر الخط قدیما وحدیثا
(۳۱) فتی الهند الجزء الثانی
(۳۲) سیرة داعی دعاة الفاطمیین
(۳۳) شرعی پردہ (اردو میں)
(۳۴) آزاد مصر (اُردو میں)